

سلسلہ مطبوعات کتابخانہ ریاست رامپور، نمبر ۸

متفرقات غالب

یعنی

مرزا غالب کے غیر مطبوعہ مکتوبات و منظومات

مرتبہ

سید مسعود حسن رضوی، ادیب، ام۔ اے

صدر شعبہ فارسی و اردو، الگھٹویہ یونیورسٹی



ہندوستان پریس رامپور

۱۹۴۷ء

سلسلہ مطبوعات کتابخانہ ریاست رامپور، نمبر ۸

متفرقات غالب

یعنی

میرا غالب کے غیر مطبوعہ مکتوبات و مطبوعات

مراثی

سید مسعود حسن رضوی، ادیب، ام۔ اے

صدر شعبہ فارسی و اردو، اکھنڈ پریس رشتی



ہندوستان پریس رامپور

۱۹۴۷ء

فہرست مندرجات

—:0:—

۳۳-۱	مقدمہ کتاب
۱۰۲-۱	حصہ اول - مکتوبات - (۴۹)
۵۹-۱	نام مولوی سراج الدین احمد (۱۲۱)
۷۷-۵۷	نام مرزا احمد بیگ خان (۶)
۶۶-۷۶	نام مرزا ابو القاسم خان (۲۰)
۹۸ ۹۷	نام ادارہ حام حہاں ما (۱)
۱-۲-۹۹	نام شیخ ناسخ (۱)
۱۵۵-۱۰۵	حصہ دوم - منظومات
	عزل در توصیف مرزا احمد بیگ خان طیار
۱۰۴-۱۰۵	و مرزا ابو القاسم خان قاسم
۱۰۷	قطعہ قاسم بہ غالب
۱۱۰-۱۰۸	قطعہ غالب بہ قاسم
۱۱۴ ۱۱۱	قطعہ درم در جواب قطعہ قاسم
۱۳۷-۱۱۵	مشوی ناد محال
۱۳۴ ۱۳۱	سلام
۱۵۵ ۱۴۵	مشوی
۱۶۱-۱۵۶	صمیمۃ الف - رقعہ اطلق بنام غالب
۱۷۹-۱۶۲	صمیمۃ ب - جواب مشوی غالب

حماد حقوق محفوظ

مقدمه

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مقدمہ

مرزا غالب کے عمر مطبوعہ مکتوبات و منظومات کا یہ مجموعہ جو «مترقات غالب» کے نام سے پیش کیا جا رہا ہے، غالب کے قدر دانوں نے اسے خاص دلچسپی کا باعث ہوگا اور غالب کے متعلق تحقیق کرنے والوں نے اسے کچھ نیا مواد فراہم کر دے گا۔ اس مجموعے میں جو چہرے شامل ہیں ان کے بارے میں کچھ ضروری باتیں ذیل میں بیان کی جاتی ہیں۔

میرے کتب خانے میں ایک ایسا ہے، جس میں مرزا غالب کے اڑھتالیس فارسی خط، دو فارسی قطعے، ایک فارسی مثنوی، اور ایک اردو غزل بھی شامل ہے۔ یہ کل خط ایسے لوگوں کے نام ہیں جو کلکتے میں مقیم تھے۔ اور یہ سب نظمیں ایسی ہیں

«قطعہ نوشتہ ابو القاسم حان برای استدلالہ حان غالب و دو قطعہ در همان نسخہ و آواہ مع چند رقعات کہ غالب نقاسم در سالک محروسہ درس قراطلس ہو یص ملامس نموده می آید»۔

بفہ خطوط لے مضمون سے پتا چلتا ہے کہ ان میں سے رادہ پر خطوط مواوی ۔۔ سراج الدین احمد کے نام اور چند خط مرزا احمد نیک حان نے نام ہیں اور ایک خط ادارہ حام حمان ماما کے نام ہے ۔ مواوی سراج الدین احمد کے نام جو خط ہیں ان میں کئی ایسے ہیں جو غالب کی کتاب پنج آہنگ میں شامل ہیں ۔ مگر وہاں ان میں سے بہت بہت سی عبارت حذف کر دی گئی ہے اور جگہ جگہ لفظ اور فقرے بدل دے کیے ہیں اس لیے کہ خط بھی اپنی اصلی صورت میں شائع کیے جارہے ہیں ۔ ایسے ہر خط کے آخر میں پنج آہنگ مطوعہ بول کنوریر بس لکھنو ۱۲۸۷ھ کے اس صفحہ یا صفحوں کا حوالہ دے دیا گیا ہے جس میں وہ خط درج ہے ۔ اس طرح ان خطوں کا مقابلہ کرنے میں آسانی ہوگی ۔

جو غالب نے کلکٹنے کے قیام کے زمانے میں کہی تھیں اس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ کسی کلکٹنے کے رہنے والے ہی نے یہ تمام چیزیں اس بیاض میں جمع کی ہیں۔ ان میں سے چند نظمیں اور چند حطوں کے اقتباس 'میں نے اپنے ایک مصنفوں کے سلسلے میں رسالہ الساطر لکھنؤ کے دسمبر ۱۹۳۳ء کے پرچے میں شائع کر دیے تھے اس مضمون کا عنوان تھا «مرزا غالب کا کچھ عبر مطبوعہ کلام اور اس کی شان نزول»۔

اس بیاض میں جو خط شامل ہیں وہ سب فارسی میں ہیں اور ان میں آخر کے بیس خط مرزا ابوالقاسم خان قاسم کے نام ہیں۔ ان حطوں سے پہلے قاسم کا ایک قطعہ غالب کے نام اور غالب نے دو قطعے قاسم کے نام ہیں اور عنوان پر یہ عبارت درج ہے :

۱۔ سلام رسول صاحب مہر لے اپنی کتاب غالب میں کئی جگہ اس مضمون سے کام لیا ہے اور اس کا حوالہ دیا ہے۔ دیکھو غالب تیسرا ایڈیشن نمبر ۳۰ - ۳۱ و ۱۱۴ و ۱۱۵ و ۱۲۳

6

انہیں کی فرمائش پر غالب نے اپنے اردو اور فارسی کے منتخب شعروں کا مجموعہ ”گل رعنا“ کے نام سے مرتب کیا تھا اور اپنی کتاب ”دہلیلو“ کا ایک نسخہ ان کے پاس بھیجنے کے اسے ہنسی شہو نرائن کو ان کا پتہ لکھنے کی ہدایت کی تھی :

«در الکھنو بہ احاطۃ حائسا مان متصل تکیۃ شہر
علی شاہ بہ . کائنات موای عبد الکرم مرحوم بحدت
موای سراج الدین احمد بیرسد» - ۱

مرزا احمد بیگ خان طپان اردو کے صاحب دیوان
شاعر تھے۔ مساح اپنے مذکورہ شعرا میں لکھتے ہیں :

۱. «طیاب نخلص مرزا احمد بیگ خان مرحوم ولد نواب عطاء اللہ خان، باشندہ دہلی، مقیم کلکتہ، مختار صدر دیوانی کلکتہ، شاگرد مرزا جان طیش، اولاد میں

مولوی سراج الدین احمد کے متعلق مجدد اکرام صاحب اپنی کتاب آثار غالب میں لکھتے ہیں :

»کلکتہ میں غالب کی ملاقات لکھنؤ کے مولوی سراج الدین احمد سے ہوئی جس کا اخبار آئینہ سکندر سے کچھ بھاق تھا اور جس کا حکام میں بھی بڑا روح تھا انہیں مرزا کے عزیز رس دونوں میں سمجھا چاہیے اور غالب کے فارسی مکتوبات میں سب سے راہہ خطوط انہیں کے نام ہیں۔ ان کے ایما پر غالب نے مام کلکتہ کے دوراں میں اپنے اردو دیواں کا انتخاب اور فارسی کلام »گل رعنا« کے نام سے جمع کیا «

علامہ رسول صاحب مہر نے اپنی کتاب »غالب« میں مولوی سراج الدین احمد کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ غالباً لکھنؤ کے رہنے والے تھے اور کاروبار کے سلسلے سے کلکتہ میں مقیم تھے۔ غالب نے ان کے انتقال کے بعد حواجہ غلام غوث بیحر کو ایک خط لکھا تھا جس میں ان کو »مخلص صادق الولا« کہا ہے اور ان کی زندگی میں اپنی ایک فارسی غزل کے مقطع میں ان کا ذکر یوں کیا تھا :

نساخ اپنے بڈ لڑے میں لکھتے ہیں -

« قاسم محصل شہزادہ ابوالقاسم، اولاد میں امیر
نیمور کی تھے۔ کاکتے میں بھی آئے تھے۔ »

ابھی پشٹن نے مقدمے کے سلسلے میں غالب کو
۱۰ مئی ۱۸۲۸ء سے اکتوبر ۱۸۲۹ء تک کوئی
پورے دو برس کلکتہ میں قیام کرا ہوا تھا۔ اس زمانے
میں ان سے اور مددگار بالائے شان شخصوں سے دو تارہ
تعلقات قائم ہو گئے تھے یا مراسم بڑھ گئے تھے

مرزا احمد بیگ خاں اور مرزا ابوالقاسم خاں
دونوں اصل میں دہلی کے رہنے والے تھے اور ان میں
اور غالب میں ہم وطنی کا رشتہ تھا، جو عالم
غرب میں ہمیشہ بہت مضبوط ہو جاتا ہے اور دلی
ایجاد اور یک جہتی کا بہت بڑا دریعہ بن جاتا ہے
مولوی سراج الدین احمد ان تینوں صاحبوں کے ساتھ
ہم وطنی کا رشتہ بنو نہیں رکھتے تھے، بلکہ بے وطنی
کے رشتے نے ان کو بھی اس جماعت میں شریک کر دیا

تغتمش حان والی دشت قسچاق کے تھے۔۔۔ اوان ان کا نظر
 سے گزرا۔ سنہ ۱۸۳۴ع میں فوت کی۔ مرزا احمد بیگ
 اپنا تخلص حرف طاء ۴۰۰۰۰ سے لکھتے تھے۔»

طپان کے استاد مرزا حان طپش حواحد مع درد
 کے شاگرد تھے اور وہ بھی اپنا تخلص حرف طاء سے
 لکھتے تھے۔ ۱-

غالب کے ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا احمد
 بیگ خان غالب کی بیوی نے سب سے بڑے چچا کے
 سالے تھے۔ اس طرح غالب کی ان سے دور کی رسمہ
 داری بھی تھی۔

مرزا ابوالقاسم حان قاسم دہلی کے شہزادے
 تھے۔ غالباً برک وطن کر کے کلکتہ میں مقیم ہو گئے
 تھے۔ بینی نرائن جہاں لکھتے ہیں :

«قاسم تخلص، نام ابوالقاسم حان، حادان بادشاہی
 سے یکجہ قرابت رکھتے ہیں۔ خاکسار کو بھی ان کی
 خدمت میں بیمار ہے۔ بالفعل کلکتہ میں بشریف
 رکھتے ہیں۔» ۲-

ایک سربہ سررا غالب نے مرزا ابوالقاسم خاں کو
 مسہل لینے کا مشورہ دیا۔ جس سے انہیں فائدہ ہوا
 انہوں نے اس کے شکر بے میں ایک مختصر قطعہ کہہ
 کر غالب کو بھیجا اور جو آدمی یہ قطعہ لے کر گیا تھا
 اسی نے ہاتھ دال اور اچار کا ٹحفہ بھی بھیجا۔ غالب
 نے فوراً ایک قطعہ اسی رسم میں کہہ جس میں
 اس تحفے کی شاعرانہ انداز میں خوب تعریف کی اور
 تحفہ بھیجے والے کو دعائیں دے اور اپنا قطعہ مرزا
 ابوالقاسم خان کو انہیں کے آدمی کے ہاتھ بھیج دیا۔
 ان دونوں میں کچھ لوگوں نے غالب کے ایک ماریسی
 شعر پر اعتراض کیا تھا اور قتیل کا قول سہل کے
 طور پر پیش کیا تھا اس پر غالب نے کہا کہ میں
 ابیر خسرو کے سوا ہندوستان کے کسی فارسی گو کہ
 نہیں مانتا اور اس سلسلے میں قتیل کا ذکر تحقیر ہے
 ساتھ کہ اس بات سے معترضین کا جوش بہت بڑھ
 گیا اور انہوں نے غالب پر اعتراضوں کی دھواں
 کر دی۔ یہی زمانہ تھا جب غالب نے وہ قطعہ فی
 البدیہہ کہہ کر مرزا ابوالقاسم خان کو بھیجا تھا۔
 اس لیے بعد کو انہیں خیال آیا کہ کہیں اس قطعے میں

تھا، اور چاروں بزرگوں میں بڑی دوستی اور بے
نکلفی ہو گئی تھی۔

مولوی سراج الدین احمد حکام رس آدمی ہے
اور ان دنوں مرزا غالب کی پنشن کا مقدمہ چل رہا
تھا، اس لیے ان کے نام جو خط غالب نے لکھے ہیں
ان میں زیادہ تر اپنے مقدمے کا ذکر کیا ہے۔

مرزا احمد بیگ خان صدر دیوانی میں مختار تھے
ان سے بھی غالب کو ایسے مقدمے کی بہروی دین مدد
مل سکتی تھی۔ مگر وہ دہلی کے رہنے والے تھے اور
عالم کے مخالف وریق سے بھی ان کے تعلقات تھے
اس لیے مقدمے کے معاملے میں غالب ان کو ایسا
ہراز بسانا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ مرزا ابوالقاسم
خان دہلی کے شہزادے تھے اور غالباً اپنی آبائی شان
و شوکت کو مٹتے دیکھ کر اور اس روح فرسا منظر
کی تاب نہ لار وطن سے بہت دور کلکتے میں آکر
خانہ نشین ہو گئے تھے۔ ان کے نام غالب کے جو خط
ہیں ان میں زیادہ تر فقط گھریلو اور نجی باتوں کا
ذکر ہے۔

ہے جو مذکورہ بالا بیاض سے لے کر پیش نظر کتاب
میں شادل کی گئی ہے اس غزل کا ایک شعر یہ ہے :

ہم سخن اور ہم ریاں، حضرت قاسم و طپاں

ایک طپش کا حاشیہ، درد کا یادگار ایک

طپاں اور طپش کے مخلصوں کی مسابقت ظاہر
کر رہی ہے کہ طپش نے جانشین طپاں ہی ہو سکتے
ہیں۔ اس نے علاوہ تذکرہ سخن شعرا کی جو عبارت
اوپر نقل کی گئی ہے اس سے معلوم ہو چکا ہے کہ
طپاں مرزا جان طپش کے شاگرد تھے اسی تذکرے
سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ طپش حواحد میر درد کے
شاگرد تھے۔ اس طرح طپاں کو درد کا یادگار بھی سمجھا
سکتے ہیں۔ لیکن، مقولہ بالا شعر میں ... قاسم سے صاف
ظاہر ہوتا ہے کہ جب طپاں کو طپش کا جانشین مان
لیا، تو قاسم کو درد کا یادگار ماننا ہو گا۔ قاسم
حواحد میر درد کی اولاد ہیں تو بھیس نہیں، ان کی
شاعری کا سلسلہ درد تک پہنچتا ہو گا مگر یقیناً
ساتھ معلوم نہیں کہ وہ کس نے شاگرد ہے۔ غالب
کی اسی غزل کا ایک شعر یہ ہے :

کوئی قابل گرفت غلطی نہ ہو گئی ہو اور کہیں وہ
 مخالفین کے ہاتھ نہ لگ جائے۔ اس خوف سے انہوں
 نے اسی دن اسی رات میں ایک اور قطعہ لکھا اور ایک
 خط کے ساتھ ابو القاسم خان کو بھیج دیا اس خط
 میں لکھا کہ ”نعمہ قطعہ آج صبح کو میں نے آپ کے
 خط کے جواب میں بھیجا تھا وہ بغیر فکر کی اعانت
 کے محض قلم کی مدد سے لکھا ڈالا تھا وہ ہرگز
 اس قابل نہیں کہ آپ کے قطعے کا جواب قرار پائے۔
 وہ تو گویا فقط دال اور اچار کی رسید تھی۔ جو
 قطعہ اب بھیج رہا ہوں یہ البتہ آپ کے قطعے کا
 جواب ہے۔ یہ خط اس کتاب کے صفحہ ۷۶-۷۷ پر
 اور بیوں قطعے (یعنی ایک قطعہ قاسم کا اور دو
 غالب کے) کتاب کے صفحہ ۱۰۷-۱۱۸ پر درج ہیں۔
 غالب کے دونوں قطعوں کے باہمی مقابلے سے
 معلوم ہوگا کہ ان کے فی البدیہہ کلام اور عور و فکر سے
 انجام دے ہوئے کلام میں کیا فرق ہے۔

مرزا احمد بیگ خان طہاں اور مرزا ابو القاسم خان
 قاسم کی تعریف میں غالب نے ایک اردو غزل کہی

سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ قاسم شیعہ تھے۔ اور اگر یہ قیاس صحیح ہے، تو غالب کے پیش نظر شعر سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ طپاں سنی تھے۔ ہر حال مذہب کا اختلاف ان لوگوں کے ناہمی خلوص میں محل نہ تھا

اس بیاض میں غالب کی ایک مشہور بھی شامل ہے، جو انہوں نے کلکتے کے قیام میں تصنیف کی تھی۔ اس کا سبب تصنیف معترضوں کی وہ یورش بھی جس کا ذکر اوپر دیا جا چکا ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ کلکتے کے ایک مشاعرے میں غالب نے غزل پڑھی جس کا ایک شعر یہ تھا:

جزوی از عالم وار ہمہ عالم بیشم
ہمچو مونی کہ بتاں راز میان پر حیزد

اس پر کسی نے اعتراض کر دیا کہ ہمہ عالم، کی ترتیب غلط ہے اور اپنی تائید میں قبیل کا یہ قول پیش کیا کہ عالم مفرد ہے، اس کا ربط ہمہ کے ساتھ صحیح نہیں۔ یہ اعتراض ایک ادبی معرکے کی

دونوں کے دل حق آسماء، دونوں رسول پر خدا
ایک محب چار یار، عاشقِ ہشت و چار ایک

یہ شعر صاف بتاتا ہے کہ قاسم اور طپان میں
ایک صاحبِ دارہ اماموں کے مائے والے یعنی اثنا
عشری شیعہ ہے، اور ایک چار یار کے پیرو یعنی اہل
سنت تھے۔ غالب نے ایک خط میں قاسم کو -
الشمدا علیہ السلام کی قسم دی ہے، ایک قطعے میں
یہ دعائیہ شعر لکھا ہے :

شاد و خرم بزی کہ در دو جہاں
دستگیر تو سید الشمداست

اور ایک خط میں یہ عبارت لکھی ہے :

”وہی روز تیری کہ فرستادہ بودند رسید و در
دو عالم سرور ار گردانید۔ صاحبِ نذرِ نازمانِ طہور
خوبشتر سلامت دارد و بہ اعلیٰ مراتب صورت و معنی
رساند۔“

اس عبارت میں قرینہ بتاتا ہے کہ صاحبِ نذر
سے امامِ مہدی آخر الزماں مراد ہیں۔ ان سب باتوں

کے سامنے پیش کی گئی تھی۔ اس لیے وہ مشہوری بھی اس کتاب میں شامل کر لی گئی ہے۔

غالب اپنے ایک خط میں، جو چودھری عبدالغفور نے نام ہے اس مشہوری کے متعلق لکھتے ہیں :

”یہ مشہوری جس میں یہ مصرع ہے ”وہاں لکھی گئی ہے۔ پانچ ہزار آدمی فراہم تھے اور جو اعتراض مجھ پر کیے تھے ان میں سے ایک اعتراض یہ تھا کہ ”ہمہ عالم، عاظم ہے یعنی ہمہ کا لفظ عالم کے ساتھ ربط نہیں پاسکتا، قلیل کا حکم ہوں ہے۔ عرض کیا گیا کہ حافظ کہتا ہے ”ہمہ عالم گواہ عصمت اوست“، سعدی کہتا ہے ”عاشق ہمہ عالم کہ ہمہ عالم ازوست“۔ غرض اس بحر سے یہ ہے کہ مشہوری وہاں لکھی گئی اور ایک ایک نقل مولوی کرم حسین، بانگراسی اور مولوی عبدالقادر رام پوری اور مولوی سمیت علی عظیم آبادی اور ان کے امثال اور نظائر کے پاس بھیجی گئی۔ اگر یہ لوگ جگہ پاتے تو میری ”کھال ادھر ڈالتے“۔“

بنیاد بن گیا اور کلکتے میں غالب کی مخالف و موافق
 دو جماعتیں بن گئیں۔ اس موقع پر غالب نے ایک
 مشہور کہی، جس میں اپنے مخالفین سے خطاب کر کے
 اپنے قیام کلکتے کی غرض بیان کی، فارسی زبان اور
 شاعری کے متعلق اپنا مسلک بتایا اور آخر میں ان کی
 تالیف قلب کی کوشش کی۔ غالب کے مخالفین قنیل کے
 ماننے والے تھے اور غالب نے قنیل کی حوصلہ شکنی
 تھی وہی ان کی مخالفت کا خاص سبب بھی۔ اس لیے
 غالب نے ان کی خاطر سے قنیل کی تعریف بھی لڑی۔
 مگر اس میں اتنا مبالغہ کیا کہ وہ تعریف ہیجو ملاح ہیں
 گئی۔ یہ مشہور غالب نے کلیات نظم میں، یاد مخالف،
 کے نام سے شامل ہے۔ مگر اس میں کہیں لفظی برہم
 لڑی گئی ہے، کہیں لڑی شعر گھٹا یا بڑھا دیا گیا
 ہے، کہیں شعروں کی ترتیب بال دی گئی ہے مشہور
 کے ابتدائی حصے میں یہ تغیرات کم مانے ہیں، مگر
 حتماً آگے بڑھتے، تبدیلیاں زیادہ ہوتی جاتی ہیں، اور
 آخری حصہ تو گویا بالکل بدل گیا ہے۔ اس بیاض میں
 اس کی وہی شکل ہے جس میں وہ کلکتے والوں

نصیر کی شاعری کے بھی قائل نہ تھے۔ اس خط لے
 نقل کرنے والے کی مدحی اور کٹروں کی عکاسی
 نے مل کر اس کا پڑھنا ایک مشکل کام بنا دیا ہے۔
 بہت عور لڑے کے بعد بھی بعض لفظوں میں شک
 باقی رہ گیا۔ یہ خط اس باب کے صفحے ۹۹-۱۰۲
 پر نقل کیا گیا ہے۔

یادگار غالب میں خواجہ حالی نے غالب کی
 ایک مثنوی کا ذکر کیا ہے اور اس کا سبب نصیب
 یہ لکھا ہے :

»ایک دفعہ بہادر شاہ بہت بیمار ہوئے۔ اس
 زمانے میں مرزا حیدر شکوہ جو اکبر شاہ کے ہتھیارے
 اور مرزا سلیمان شکوہ کے بیٹے تھے، وہ بھی لکھنؤ
 سے آئے ہوئے تھے اور بادشاہ کے ہاں مہمان تھے
 ان کا مذہب اثنا عشری تھا۔ جب بادشاہ کو کسی
 طرح آرام نہ ہوا، تو مرزا حیدر شکوہ کی صلاح سے
 سنا کہ شفا دہی گئی اور اس کے بعد بادشاہ کو صحت
 ہو گئی۔ مرزا حیدر شکوہ نے نذر دانی بھی کہ بادشاہ

میرے کتب خانے میں انشاء طاهر و حد کا ایک پرانا قلمی نسخہ ہے۔ اس کے شروع میں دو سادہ ورق تھے، جن پر غالب کا ایک طولانی خطہ شیخ ناسخ کے نام کسی نے نقل کر لیا تھا اور اس پر یہ عبارت لکھ دی تھی :

«نقل خط مرزا اسد اللہ خان غالب کہ یہ شیخ ناسخ مرحوم نوشتہ بودند»۔

یہ خط غالباً اب تک شایع نہیں ہوا ہے۔ اس کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب کی مالی پریشانیوں کا حال سن کر شیخ ناسخ نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ دکن چلے جائیں، جہاں مہاراجہ چندولال کی فیاضیاں ان کو آسودہ حال بنا سکتی تھیں اس خط کے جواب میں غالب نے یہ خط ناسخ کو لکھا تھا۔ اس خط کے آخری حصے سے ظاہر ہوتا ہے کہ قتیل سے غالب کو اپنی نفرت تھی کہ جو شخص قتیل کو استاد سمجھتا ہو اس کی قدر دانی اور سرپرستی کو بھی وہ اپنے لیے ننگ سمجھتے تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جہاں وہ قتیل سے بیزار تھے وہاں شام

خواجہ حالی کے اس بیان میں کئی غلطیاں ہیں،
 جن میں دو بہت نمایاں ہیں۔ ایک یہ کہ انہوں نے
 مرزا حیدر شکوہ کو مرزا سلیمان شکوہ کا بیٹا اور اکبر شاہ
 کا بھتیجا بنایا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ مرزا حیدر
 شکوہ مرزا سلیمان شکوہ کے بیٹے ہیں تھے، بلکہ
 ان کے بیٹے مرزا کام بخش نے بیٹے تھے، یعنی مرزا
 سلیمان شکوہ کے پوتے تھے، اور اکبر شاہ مرزا
 سلیمان شکوہ کے بڑے بھائی تھے۔ اس لیے مرزا
 حیدر شکوہ اکبر شاہ کے بھتیجے نہیں بلکہ پوتے
 ہونے تھے۔ اس سلسلے میں یہ بھی بتا دینا ضروری
 ہے کہ بہادر شاہ ظفر آکر شاہ نے بیٹے تھے، اس لیے
 وہ مرزا حیدر شکوہ کے چچا نہ تھے۔ مرزا حیدر شکوہ
 اپنی مثنوی ”شوکت حیدری“ میں خود کہتے ہیں:

حساب بہادر شاہ نامدار

کہ ہم عم ماہست و ہم شہر باد

دوسری غلطی یہ ہے کہ دماغ الباطل مرزا غالب
 کی مثنوی کا نام قرار دیا گیا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے
 کہ یہ غالب کی مثنوی کا نہیں، بلکہ شیخ اسماعیل بخش

گو محنت ہو جائے گی، تو حضرت عباسؓ کی درگاہ میں،
جو کہ لکھنؤ میں ہے، علم چڑھاؤں گا۔ چنانچہ انہوں نے
لکھنؤ جا کر بادشاہ کو عرضداشت بھیجی کہ میرا مفدور
بذر ادا کرنے کا نہیں ہے، حضور مدد فرمائیں یہاں
سے بادشاہ نے کچھ روپیہ مرزا حیدر شکوہ کو
بھجوا یا اور انہوں نے بڑی دھوم دھام سے علم چڑھا یا،
جس میں اودھ کا تمام شاہی خاندان اور امرا و علماء
مہم شریک تھے، اور محمدالعصر کے ہاتھ سے علم
چڑھوایا گیا۔ اس واقعے کے بعد یہ بات عموماً مشہور
ہو گئی کہ بادشاہ شیعہ ہو گئے۔ اس شہرت کا بادشاہ
کو بہت رنج ہوا اور حکیم احسن اللہ حان مرحوم نے
اس کے تدارک کے لیے کچھ رسالے شایع کرائے، اور
مہم سے اشتہارات کوچوں اور بارادوں میں چسپاں
کرائے گئے، اور بادشاہ کے حکم سے مرزا صاحب نے
بھی ایک مثنوی فارسی زبان میں لکھی، جس کا نام غالباً
«دمغ الباطل» رکھا تھا اور جس میں بادشاہ کو تسبیح
کے اتہام سے بری کیا گیا تھا۔»

کو بھی بھیجا، جس میں ان کو لکھا کہ معلوم نہیں علم
حضرت عباس کی درگاہ میں چڑھا دیا گیا یا نہیں اگر
نہ چڑھایا گیا ہو، تو حاد چڑھا دیا جائے قصہ مختصر
مرزا حیدر شکوہ کی معرفت بہادر شاہ کا خط
وصول ہونے کے بعد محمد العسکری نے ۲ ذی الحجہ ۱۲۵۱
ھ ۱۸۳۵ء کو وہ علم شاہی انتظام اور شاہانہ حواس
لے۔۔۔۔۔ حضرت عباس کی درگاہ میں چڑھا دیا۔ یہ
حیرت انگیز جہ، لے سچے حاشیوں کے۔۔۔۔۔ دہلی پہنچی
اور وہاں کے علماء و مشائخ نے بہادر شاہ کو دھمکی دی
کہ اگر یہ جہ تصحیح ہے، تو جمعہ اور عیدس کی نہ
کے خطبے سے ان کا نام نکال دیا جائے گا۔ اس خوف
سے بہادر شاہ مکہ گئے۔ مرزا حیدر شاہ نے ان کی مدد کے
حیدر شکوہ اور مرزا نور الدین نے ان کی مدد کے
رمائے میں ان کی صحت کے لئے اپنے اپنے مکتوبات لے
موافق علم چڑھانے کی ہدایت ملی، اور ان کو انہوں
نے اپنے طور پر پورا کیا ہے۔

علم کے قضیے نے بہت طول کھینچا اور اس نے
بارے میں بہت خط و کتابت ہوئی اس سلسلے کی

مہمبانی کی دشمنی کا نام تھا، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔
غالب کی زیر بحث مثنوی کا غالباً کوئی نام نہیں رکھا
کیا تھا۔

علم نے قضیے کے متعلق خود مرزا حیدر شکوہ کا
بیان یہ ہے کہ جس روئے میں وہ کلاکتے ہیں وہ
بھی، بہادر شاہ ظفر بیمار ہوئے۔ اسی بیماری کی حالت
میں انہوں نے ایک خواب میں خود کہ حضرت
عباس کی درگاہ میں علم چڑھائے ہوئے دیکھا اور
ایک خط میں مرزا حیدر شکوہ کو اس خواب کا حال
لکھ بھیجا۔ جب بہادر شاہ کو صحت ہوئی، تو انہوں
نے ایک سونے کا علم بنا کر مرزا حیدر شکوہ نے
بھائی مرزا نور الدین کے ہاتھ لکھتو بھیجا۔ جب
حیدر شکوہ کلاکتے سے واپس آئے اور بہادر شاہ کی
خدمت میں حاضر ہوئے، تو انہوں نے اس خواب
اور علم کا حال زبانی بھی ان سے بیان دیا۔ اور
اکھنڈو نے محمد سلطان العلماء مولوی سید محمد صاحب
کے نام ایک خط لکھ کر مرزا حیدر شکوہ کی معرفت
رواۃ کیا۔ انہیں کے ہاتھ ایک خط مرزا نور الدین

شکوہ کی نسبت اس مثنوی میں ایسا اور ایسا لکھا ہے :
 مرزا نے لکھ بھیجا کہ میں ملازم شاہی ہوں جو لکھ
 بادشاہ کا حکم ہوتا ہے اس کی تعمیل کرتا ہوں۔ اس
 مثنوی کا مصححوں بادشاہ اور حکم احسن اللہ حان فی
 طرف سے اور الفاظ میری طرف سے تصور فرمائے
 جائیں۔

یہ مثنوی ہمارے شاہ کی طرف سے لکھی گئی
 تھی مگر حواحدہ حالی نے اس بیان سے صاف ظاہر
 ہوتا ہے کہ اس کو غالب نے نظم کیا تھا اور حدود
 اس کا اعتراف بھی کر لیا تھا۔ جب یہ مثنوی لکھنؤ
 پہنچی، تو لوگوں نے کلام کی شان سے اندازہ کر لیا
 کہ یہ غالب کے قلم سے نکلی ہے۔ چند خطبہ اس مثنوی
 کے جواب میں جو مثنوی لکھی گئی، اس نے ایک
 شعر میں اس بات کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔
 وہ شعر یہ ہے :

خضم کرد ز قہر او و نکوب

گرچہ غالب بود، شود مغلوب

تمام اہم تحریریں مرزا حیدر شکوہ نے ایک رسالے میں جمع کر دی ہیں۔ اسی رسالے میں انہوں نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ امیر بہادر نے لے کر بہادر شاہ ظفر تک آل مغل بادشاہ مذہباً شیعہ تھے۔ اور اس دعوے کے یکھہ ثبوت بھی پیش کیے ہیں۔ یہ رسالہ سنہ ۱۳۷۰ھ میں »رسالہ علم حیدری در عقائد سلاطین بہمدی« کے نام سے لکھنؤ میں چھپا تھا اور اس کا ایک نسخہ رام لے ذخیرہ کتب میں موجود ہے۔

غالب کی مذکورہ بالا مثنوی کے بارے میں حواحد حالی تحریر فرماتے ہیں :

»اس مثنوی میں مرزا نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں لکھی تھی، بلکہ جو مضامین حکیم احسن اللہ خان نے بتائے تھے، ان کو فارسی میں نظم کر دیا تھا۔ جب یہ مثنوی لکھنؤ پہنچی، تو مجتہد العسکری نے مرزا سے دریافت کیا کہ آپ نے خود مذہب شیعہ اور مرزا حیدر
 —————
 اس رسالہ کے ساتھ مثنوی شرکت حیدری بھی شامل ہے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ ادب

اس کا مصنف کاں ہے۔ اس مثنوی کے جہ اب میں
 شیخ امام بخش صہبائی نے «دمع الباطل» کے نام سے
 ایک مثنوی کہی، جو ۱۲۷۱ھ میں افضل المطالع دہلی
 میں چھاپی گئی۔ اس مثنوی میں اکہمۃ حوالی مثنوی
 کے مصنف میر دوست علی خلیل ہی قرار دیتے گئے
 ہیں۔ مثنوی نے ابتدائی حصے میں صہبائی کے نام
 کی طرف یوں اشارہ کیا ہے :

دوست اف نام نہ مرند ازلی

دشمن است آنکہ بیست دوست علی

اور آخری حصے میں ایک حکمہ نام اور مجلس
 دونوں لائے ہیں :

دشمنی از کلام تست جلی

بخلط گشتہ تو دوست علی

اے بد انجام رشت ابائی

یسار آ زب کلام آرائی

ورہ چندان ذلیل خواہی شد

د بکبر ان خلیل خواہی شد

محمد العصر سلطان العلماء مواوی سید محمد صاحب کے
 ہتھیجے زیدۃ العلماء مواوی سید علی نقی صاحب کی
 فلمی کشکول، جو میرے اکرم حکم سید علی صاحب
 آئینہ کے پاس موجود ہے اس میں غالب کی یہ
 مثنوی بھی نقل کی گئی ہے اور اس کے عنوان پر
 »مثنوی مرزا ہوشہ غالب« لکھا ہوا ہے۔ اس کشکول
 میں وہ نثر بریں بھی نقل کی گئی ہیں جو رسالہ »علم
 حیدری« میں شامل ہیں اور ان کے علاوہ اس سلسلے
 کی چند نثر بریں اور بھی اس میں موجود ہیں۔

غالب کی مثنوی کے جواب میں جو مثنوی
 لکھنؤ میں کہی گئی بھی وہ »مثنوی شیعیاں علی در
 رد مثنوی علی دہلی« کے نام سے ۱۲۷۰ھ میں
 چھپی تھی۔ اس کے ساتھ غالب کی مثنوی بھی شامل
 ہے۔ اس کا ایک نسخہ میرے کتب خانے میں
 موجود ہے۔ اس جوابی مثنوی میں مصنف کا نام
 نہیں بتایا گیا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ خواجہ
 آتش کے شاگرد مر دوست علی خلیل کی تصنیف ہے۔
 جب یہ مثنوی دہلی پہنچی، تو یہ خبر بھی پہنچ گئی کہ

بخانے میں موجود ہے۔ یہ نسخہ مطبع مجمع البحرین
لودیابہ میں سنہ ۱۲۸۶ھ میں چھپا تھا۔ ذیل میں
مثنوی خطاب فاضل کے ابتدائی حصے سے چند شعر
نقل کیے جانے ہیں، جن سے اس مثنوی کا سبب
تصنیف معلوم ہوتا ہے:

اس زمان کانت رحمت بہ بخت
شش و هفتاد و يك حرار و دولت
ورقے چند یا چپر آمد
طلعت کمر در نظر آمد
نظم مربوط بود و بدش نگر
يك رسانند نے ہمہ ہے نگر
عالمآ ار و لام عالم بود
کہ ... وے شام استش حدود
پس حلیل حلیل دوست علی
عاشق صادق علی ولی
از سواد عیون حور بہشت
رد بر آن نامہ سیاه نوشت

اور اسی سلسلے میں کفایۃ یہ بھی کہا ہے کہ
اس مثنوی کی تصنیف وہی مفتی میر محمد عباس صاحب
شوشہری نے خلیل کو مدد دی ہے۔ مفتی صاحب
مرحوم کا رنگ کالا تھا، اس لیے صہمائی نے ان کو
لفظ سیاہ سے یاد کیا ہے۔ کہتے ہیں :

ہند میں شمو و سیاہ مگر
بگذر از صحت سیاہ ہریر
ابن سیاہت سیاہ خواہد کرد
دل چور ویت سیاہ خواہد کرد

ہفتی صاحب کا قیام ان دنوں کلکتہ میں تھا
جب دغ الباطل ان کی نظر سے گزری، تو شریف
العلما مواوی حاجی سید شریف حسین ابن ارسطو جاہ
مواوی حاجی سید رجب علی خان کی فرمائش پر
انہوں نے اس کے جواب میں مثنوی «خطاب فاضل»
لکھی، جو سنہ ۱۲۷۶ھ میں شروع اور سنہ ۱۲۷۷ھ
میں ختم ہوئی، اس مثنوی کا ایک نسخہ جس کے ساتھ
صہمائی کی دغ الباطل بھی شامل ہے، میرے کتب

سالیها دیگرے قوم دلیل
 رد نوشتست بر الام خلیلی
 هیچ از ننگ و ام بخش است
 جز به نام از ام بخش است
 من ندارم با او شایسته
 چیست صفا و ایست صفا
 بر حایل جلیل بر نکه است
 که به نیروی مرت اشیده گران
 لا حرم و منش متناهی است
 طعن و طری و پیچ و با پیوست
 طعن بر با بجای خود زده است
 خود درفش پای خود زده است
 رد او را چو بنده بنویسم
 عیب او پوست کنده بنویسم
 دیده گر نو دمخ باطل را
 بنگر به خطاب فاصل را
 این منم در حدود کاکته
 هست معلوم حالش البته

زبدۃ العلماء مواوی سید علی نفی کی جس کشکول کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، اس میں غائب کا ایک سلام بھی ہے جو انہوں نے سلطان العلماء مواوی سید محمد صاحب کو سنہ ۱۲۷۰ھ میں بھیجا تھا۔ یہ سلام درالہ مبصر لکھنؤ کے مئی ۱۹۲۹ء کے پرچے میں شائع ہوا تھا اور اسی پرچے سے اس کتاب میں نقل کیا گیا ہے۔ اس سلام کا ایک شعر جس میں انک نرعی مدھمی مسئلے کی طرف اشارہ کیا تھا حذف کر دیا گیا ہے۔

انک بلند پایہ ایرانی شاعر گل محمد خان ناطق مکرانی ہمدونستان آیا اور مدت انک لکھنؤ میں مقیم رہا۔ یہاں کے قیام کے دوران میں اودھ کے بادشاہوں اور انہوں کی مدح میں بہت سے قصائد کہے اور سنہ ۱۲۶۸ء میں انتقال کیا۔ اس کے بعد اس کے شاگرد حواہر سنگھ جوہر نے اس کا متفرق کلام جمع کر لے ایک مختصر سا دیوان مرتب کیا اور اس کا سارشی نام «جوہر معظم» رکھا۔ دیوان کے آخر میں ناطق کے چند خط بھی شامل ہیں ان میں وہ خط بھی ہے جو

یہ پانچویں مشنوں کا اور ذکر کیا گیا ہے، فارسی زبان میں ہیں اور ان میں سے تین کے مصنف فارسی کے مشہور و معروف ادیب ہیں۔ صہبائی فارسی کے استاد سمجھے جاتے تھے، غالب اکی، فارسی اثر و نظم کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بج رہا تھا، مہملی میر عباس ایک حید عالم اور فارسی و عربی کے زبردست ادیب اور شاعر تھے۔ ان کی علمیت و ادبیت کی شہرت ایران و عراق تک پور ان کی تصنیفوں کی تعداد سیکڑوں تک پہنچ گئی تھی۔ میر دوست علی حایل اردو کے ممتاز شاعر تھے، مگر ان کی یہ مشہوری بتائی ہے کہ ان کی فارسی نظم بھی چست و درخشاں ہوتی تھی مرزا حیدر شکوہ کی عبارت میں بھی پختگی اور روانی کی صفیں ملاحظہ ہوں۔ مختصر یہ کہ یہ پانچویں مشنویاں ادبی حیثیت سے اچھی خاص دلچسپی کی حامل ہیں۔ مگر چونکہ اس سلسلے کی پہلی مشہوری کا لمحہ تمد تھا، اس لیے ہر جوانی مشہوری کا لمحہ نند تر ہوتا گیا اور چونکہ ان میں دو فریقوں کے مذہبی نزاعی مسئلے زیر بحث تھے، اس لیے کلام میں بالخی ٹھنکی گئی۔

حو غالب کی بے سام و شہموی کے حواب میں کہی گئی
تھی -

میں حباب و واوی امتیاز علی صاحب عرشی، سلطہ
کے حبابہ سرکاری ریاست رام پور، کا شکر گزار
ہوں کہ، و صوف نے کتاب کے یروف کی تصحیح
کا مشکل اور غیر دلچسپ کام ایسے دے لے کر مجھ
کو اس رحمت سے نجات دے دی -

میلہ و مسعود حسین رضوی

ناطق نے مرزا غالب کو لکھا تھا اور جس میں غالب کے ایک شعر پر یہ اعراض کیا تھا کہ ۔۔۔ اور کے بجائے ہیں دہاتے، سم ہونے ہیں۔ غالب نے اس خط کا جو جواب دیا تھا وہ پیچ آہنگ میں موجود ہے۔ اطلق کا خط اور غالب کا جواب یہ دونوں چریں مولوی رفعت علی رفعت رسولپوری نے قلمی مجموعہ نظم و اثر میں بھی شامل ہیں۔ رفعت اطلق اور غالب کے ہم عصر تھے اور لکھنؤ میں امرا کے لڑکوں کو بڑھائے تھے۔ اطلق کا خط، اس کے دونوں نسخوں کا مقابلہ کرے کے بعد، اختلاف نسخ کے ۔۔۔ انہ صمیم کے طور پر اس کتاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔ اس سے غالب کے اس خط کو سمجھنے میں مدد ملے گی، جو انہوں نے اطلق کو لکھا تھا۔

یہ مجموعہ متفرقات دو حصوں اور دو ضمیموں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ حصہ اول مکتوبات غالب پر اور حصہ دوم منظومات غالب پر مشتمل ہے۔ حصہ الف میں ناطق کا خط غالب کے نام ہے اور صمیم ب میں اس مثنوی کا ابتدائی حصہ ہے

حصہ اول

مکتوبات

بنام مولوی سراج الدین احمد

(۱)

والی من و مولای من،

یکم جمادی الثانیہ روز یکشنبہ بختی سعی آوارگی
در راویہ دہلی پای ہداس کشید۔ ازم آئین عمخواری
و جان پروری بکویانی کہ درین سہر دیدہ روشناس
کف پای آنان گشتہ کہ وطن را بمذاق من شوریدہ
مشرب اسلخ تر از عربیت ساختہ است۔ باللہ واللہ
تم باللہ کہ رسیدن بہ دہلی ہرگز تلافی اندوہ بھرات
کلاکتہ نہ کرد، تا بہ شادی چہ رسد ا بحال تباہی گرتارم
کہ ہر کہ از اہل نظر مرا نہ دید، نداند کہ این رہرو
بمنزل رسیدہ است، بلکہ بدارد، دردمند بہست تازہ از
وطن بفرست افتادہ۔ آری، چہنیم و چگونہ چہن نہا شد
کسی کہ مولوی سراج الدین احمد و مرزا احمد بیگ حاد

بشما فرستادن - چون بدانم سر برده بارگاهش رونق افزای
 کدام مرز و بوم است، نقش این آرزو را در دل
 گذاختم - و هم حال عرضداشتی که از باندا دوستاده
 بوم، ندانم که برو چه گزشت و مرا در دل داور جای
 چه مقدار است - ناچار بشما درد سر میدهم که خدا را
 بیکسهای مرا در نظر آورده حال عرضداشت مرسله
 از باندا و طریق گزشتن وی ب نظر داور و مقدار
 اوجه وی بسوی من آنچه از انداز و ادا پدید آمده باشد
 رقم فرماید - اگر ملفوف عنایت نامه مرا صاحب
 بفرستد، آسان تر - و اگر خواهد که جداگانه بفرستد،
 عوانت راحت نامه را بطفرای این رقم بیاورید که
 «این خط به دهلی در حویلی نواب عبدالرحمن خان بمطالعه
 اسد برسد» - خدائگانا، چون هرزه رقم نامه من از
 نقوش ولوله شوق ساده است، افسرده دل از خودم
 ندادم، بلك این مکتوبی است که در جوش پراکنده
 و آشفتگی بشما نبشتم، تا حال من بر شما مجهول نماند -
 پس از آن که خود را گرد آورده و نفس راست

و مرزا ابوالقاسم خان را از کف داده باشد۔ وای
 بر من و روزگار من! طرفگی این کہ در عرض این
 سه سال رسم و راه اہیان دہلی پرگشتہ و نام مہرو
 وفا در نہاد یاران نہاندہ۔ از دوستان موافق گروہی بہ
 آغا رجا خواہیدہ و سرحوشان بزم انس جرئہ فنا
 چشیدہ۔ گرانمایگان و صاحبان در زوایای محول
 خریدہ، وسفلگان و سفیان رونق عرصہ داروگیر
 کردیدہ۔ حال دادگاہ از دادخواہان تباہ تر و روزہای
 مردم از چشم بیوفایان سیاہ تر۔ یکی ارآن جماعہ منم کہ
 تا رسیدہ ام، پھر سو دودہ ام و اثر آزر م در هیچ
 طینت ندیدہ ام۔ معزول بخود مشغول و منصوب شہر
 آشوب۔ عجب این کہ آن امیدوار اعادہ شوکت زائلہ
 است و این بیمناک افنای سطوت حاصلہ۔ نامہ نامی کہ
 در بادا بہن رسیدہ بود، سطری از احبار تہضت ریات
 جہانکشای صاحبان خسرو نشان داشت۔ هنوز آن چنان
 بروی کار نیامدہ۔ ہمانا کہ آن حکم نفاذ نیافتہ باشد۔
 میخواستہم عرضہ، اشتی بداور مظلوم پرور نبشتن و

خویشتن گویم، تا نهنگی‌ها آشکار شود - سبحان الله، چه
 بی تامل از دگ کلکم فرو ر بخت که از مابجرائی داد
 خواهی خویشتن گویم! بحیرتم که چه گویم از مابجرائی
 که خود یر نمیدانم مختصر مفید، به دهلی رسیدم و از
 حکام استدعای اجرای حکم صدر کردم - پدید آمد که
 هیچ حکم از صدر نرسیده است - همانا آن کاغد
 گم شده بو - و بباد رفته حاکم رحمت کرد و بصدر
 بهشت - مثنی بار آمد - حاکم آن را دید و حط به
 شمس الدین احمد خان بهشت و حال متعلقان نصرالله
 بیگ خان بارحست مدعی علیه جواب فرستاد که بموجب
 پروانه مهری جرنیل لارڈ لیک بهادر پنج هزار روپیه
 سالانه بدان گروه میدهم - حاکم اصل سند برای ملاحظه
 طلبید - چون رسید، نقلش به دهر داشت و اصل به
 فرستاده بار داد - نقل آن نقل بم عنایت شد - جواب
 آن هرچه بدانش خداداد من پسندیده نمود، نوشتم و
 به محکم فرستادم - دیگر جز این قدر ندادم که حال چیست
 و مابجرا چه معنی دارد - فلان بیگ بمقتضای طمع مال

کرده خواهم زیست، نیازنامه‌های عاشقانه من آه‌ایه
خواهد رسید که دفتر دفتر کاغذ پارچه‌ایم خواهد
شد. والسلام خیر ختام - (پج آهنگ: ۱۴۰)

(۲)

والی و مولای من،
امروز که هشتم شوال و روز آدینه است، وقت
چاشت مهربانی نامه در رسید و صلاهی شادمانی محشید
و خاطر را از غم وادهااید چون سرنامه باز کردم،
دیدم آنچه بچشم تصور میدیدم - خدای من با من است -
به بینم چه میشود و سیر بکام که می‌گردد - جواب نامه
نامی را، وقوف بر انکشاف حقائق و طلبی مرا غلام
عباس خان داشته ام - بس از يك هفته حواهم نوشت
آنچه باید نوشت - خاطر جمع دارند و بسده خود
بندارند این چند سطر که بشما می‌نویسم، خاص از
برای دیدن شماست - بکس منمائیید، خود بگریید و از
اندوه من آگاه شوید - نخست از مایجرای داد خواهی

است و ثانیاً نه اعتماد حق گوئی خویش - والله یفعل ما یشاء
و یحکم ما یرید - کارها بخدا سپرده ام و از هجوم اعدا
بلك ندارم - سرموی از تن ابراهیم در آتش نمرود
نسوخت و گرد فتوری از انبوه سحره فرعون بر اندام
موسى نه نشست - مراچه ضرور است با خدای توانا
بدگمان بودن و از فتنه انگیزی اعدا هراسان بودن!
حال حامیه گزارشتن کریل املاك صاحب پیش از
ورود گرمی نامه بزبان یکی از صاحبان والا شان
شنوده ام - برای محدومی مرزا ابوالقاسم خان صاحب و
مشفقى آقا محمد حسین صاحب سخت عمین بوده ام - خدا
کند، در وصیت نامه امری مندرج باشد که برای
این صاحبان کفایت کند! افسوس، از حال محدومی
نواب مهدی علی خان بهادر خبرم نیست! من خود ارین
سراسیمگی ها، که از یمین و یسار در شکمجه یم و
حظرم کشیده اند، بحال نامه نگاری نیافته ام، و نواب
صاحب را کجا دماغ یاد آوردن خاکسار هست - همین دم
در حالت تحریر این سطور مرزا داوود بیگ رسیدند

کر به کینم استوار بسته اند و در نظر خلق اعانت
 حواجر و کودکانش را سرمایۀ تاویل و تسویل قرار
 داده اند۔ من مرد حق جوی حق پرستم، راست میگویم
 و حق میجویم۔ نه عدوی شمس الدین خان صاحبم و
 نه دشمن خواجه حاجی و پسرانش۔ شمس الدین خان
 برادرزن من است و خواجه حاجی پسر بارگیر جد من
 و پسرانش از دو پشت خانہ راد و از سہ پشت
 ممکخواہ من۔ از احمد بخش خان کہ برادرزن عم من و
 برادر پسرزن من بود، دو شکایت داشتم و دارم؛
 یکی تقلیل مقدار وجہ پرورش بی وقوع جرم و گناہ،
 دوم تمول خواجه حاجی بی ثبوت وجہ استحقاق؛ و
 مجموع عرائض من ازین ہر دو شکوہ لہریز است۔
 شمس الدین خان سندی بہ تعداد پنج ہزار روپیہ سالانہ
 بہ محکمہ کزواندہ و مراہیج ازین معارضہ پروا نیست۔
 فلان بیک از راہ فتنہ انگیزی و خلاف نمائی دشنہ
 بر گلویم رانده و مرا ہیچ ازین عربدہ محابا نیست۔
 پشت گرمی من اولاً بہ امید عدل و داد اہالی سرکار

دولت‌نکده در نظر داشتم و به رمان ورود شما میدانستم. بالجملة تا محکوتوب شما را نگریستم، صد بار بلك بیش بر سر و چشم نهادم و جان بر فرق فرزندان ساي شما نثار کردم. هم مرا از تفرقة رسیدن و رسیدن نامه من نجات دادید و هم مرا از تردد حرکت و سکونت خود و رها نیدید. بر سلامت حال شما سپاس بجای آوردم و خدای را ثناهای بی اندازه گفتم. حقا که از خوبان روزگارید. سلامت باشید. انصاف بالای طاعت. مرزا احمد بیگ خان عالم مهر و جهان وفایند. دوسه ماه از حال من چشم پوشیده بودند و از تحریر دست باز کشیده. هفته می گذرد که دوتا نامه از آن جانب رسید. عدد کوتاه‌هایی خواسته بودند، و حالها به تحریر در آورده. ازین سو نیز پاسخها روان شده. بتقریب اطلاع باز گفته شد. جان من، ماجرا این است که مرا از آغاز نظم از احمد بخش خان دو شکایت است: یکی تقلیل مقدار وجه پرورش و دوم شمول حواجه حاجی. اکنون که کار به داور افتاد، بالفرض اگر همه پنج

و نامہ مرتومہ ۲۸ رمضان رسانیدند۔ چون جواب آن
مجموع مراتب بطریق کشف پیش از ورودش نگارش
یافتہ است، بیاسخ تازہ التفات نکردم۔ فلان بیک حال
مرا پرسیدہ اند۔ خوشا حال من کہ خدا را توانا و
دانا میدانم و انبیا را مرسل من اللہ و حسین را بندہ
حق و طالب حق و برگزیدہ حق می شناسم ویزید را
ظالم و ناانصاف و فاسق می شمارم! زیادہ زیادہ است۔

(۳)

والی من و مولای من،

ہمقدم شوال و یازدہم اپریل روز یکشنبہ دم صبح
بوقتی کہ باد بہاری در وزیدن و عنچہ در شکفتن و
گل در دمیدن بود، دلکش نامہ رسید و حبیب و
کنارم بہ گل انباشت و مسرت ورودش مرا بسرمایہ
نشاط تونگر ساخت۔ بخدا کہ رسیدن این نامہ از
حوصلہ تمنای من افزون بود، چہ خود من از سرانہی
ہرزہ عنوان نامہ بہ کانپور فرستادہ بودم بہ نشان

دعوی من بصدور نبشت. چون راست گفته بودم، دشمنی از صدر رسید. حاکم خط به مدعی علیه نوشت. مدعی علیه سندی به مهر جرنیل لیک صاحب مشتعل تعداد پنج هزار روپیه سالانه فرستاد و گفت: بموجب این سند پنج هزار روپیه به خویشان نصر الله یگن خان میدهم. حاکم نقل آن سند بمن داد و از من جواب طلبید. من جواب آن سند به محکمه رسانیدم. فی الحقیقه آن سند جعلی است و من جعلیت آن سند را بدلائل ثابت کرده‌ام. از آن جمله یکی اینست که نقل آن سند از دهلی تا کاکته در هیچ کدام دفتر کده نیست. حالیا حال دادگاه اینست که حاکم در آمبرش بسته و باعث کاف نشسته است. کارها درهم و حالها برهم. اهل دفتر سوگند می‌خورند که جز پروانه‌های راهداری هیچ گونه تحریر دست زده‌ایم. و مشاهده نیز گواه این معنی است. حاکم کجا، تا بوی رسم و حالها باز گویم! تا که حاکم سار میداد، میرفتم و می‌نشستم. چون دوق شهر و سخن داشت، اغلب اوقات

هزار روپہ وجہ پرورش متعلقان نصر اللہ بیگ خان
قرار خواهد یافت، مرا خود تنکوہ شمول حاجی خواہد
بود۔ بخدا کہ فلان بیگ در پی آزار من است و اعانت
خواہرزادگان را دست آویز ستیم۔۔۔ ساحتہ است!
آخر روزی بود و روزگاری کہ فلان بیگ و شوہر
خواہرش ہردو در رسالہ نصر اللہ بیگ بیچارہ نوکر
بودند۔ اینہا از سہ پشت نمک پروردہ آسی منند و آن
کافر غدار پس از مردن عم من پراگسندہ چند را کہ
فلان بیگ از آنان بود با خود کردہ نقد و جنس
و اسب و فیل و خیمہ و خرگاہ عم مرا پاک خورد۔ حالا
برخی برای سیرابی بیان و لختی حمت پرکن صفحہ
حال اصل مقدمہ شرح میدہم کہ جان من بلکہ
خوشتہ از جان من، تا بہ دہلی رسیدم و از حکام
مستدعی اجرای حکم صدر شدم، بدید آمد کہ نقل
رپوٹ کے وائیک صاحب موجود است و نشان حکم
صدر در دفتر بدید نیست۔ حاکم خواہی از راہ توجہ،
خواہی موافق ضابطہ، خواہی برای اثبات صدق و کذب

خات رقم دیده را آئینه دار حلوه شاهد مدعا ساخت
و عالم عالم اسرار در نظر آورد. اغلب که بعد ارسال
این همایون صمیمه نامه دیگر از اسد الله بنظر گزاشته
باشد. سخن این است که بار گرانی دارم اگر دوش
همت نه دزدند و کریمانه این بار گران را کشیدن توانند،
و دانم که چنین کنید، چه از کریمان رورگارید،
حال آن دادکده و اوضاع اعیان آن گرانی محکم
در نظر دارم. حقا که همچنین است که رقم کرده اند.
اما دردمند چه کند، اگر نالد؟ ماتم زده جز مویه چه داند
و مجروح جز مرهم چه جوید؟ حال پرنسپ صاحب
میدانم که بدین معامله علاقه ندارند. لیکن چون از من
و کار من پاره آگاهند و در عهد حکومت خود مرا
پیش نواب علی القاب بجلالت قدر و اشاعت استحقاق
ستوده اند، دوستانه مکتوبی نوشته ام. خدایا، این
قدر به ظهور آید که نامه مرا فرو گیرد و وکیل مرا
وکالت بپذیرد. آنگاه کارها انسب و امیدها فراوان.
خدا را سعی باید کرد. و این خود از تنگ نظری من

سخن از بن عالم میرفت و مطلب هم گفته میشد.
در آن روزها موقع این راز نه بود، چه مفسد سر
بشورش پرنداشته بود. چگونه پیش از مرگ واویلا کردم؟
ابدون که گرد قننه بلند شد، مرا چه که هیچ کس را
به داور راه نیست. گویند، حاکم آن می خواهد که اگر
مرا نوید استقلال از صدر رسد، بکارها گرایم. ناید دید
این تفرقه کی برخیزد و حاکم مستقل درین میانه
که باشد. مابرای دادخواهی غالب بلاکش اینست
که بسبیل ایجاز و اختصار گفته شد.

(۴)

جانی که الطف اجرای آن بتحلیل رفته و کدورتی
چون درد از باد و خاکستر از آتش وامانده است،
اگر به پای دوست افشانم، ترسم که پای نارینش
رنجه گردد، و اگر آماده این نثار نکردم، در عالم و داد
شرمسار باشم. یارب، چه کنم تا حق محبت گزارده
و سپاس عنایت بجا آورده باشم؟ مشاهده صفوت نامده

فرستادن ورق کافی شمرده باشند». چون نامه کشودم و جاده سطورش به پای نگاه پیچودم، دیدم که خدوم اوراق اخبار را بالاستعاب در لفافه نشانی می دهند و آن خود درین لفافه وجود ندارد. دانستم هنگام پیچیدن نامه، نوردیدن تمام اوراق از یاد رفته باشد. بایّ حال دیده بمشاهده ورق آئینه سکندر نورانی گردید و روانی عبارتش نظاره را بگوهر کشید. بیانهای خوش و خبرهای دلکش - مردم این دیار بسکه از نامتمندی اخبار جام جهان نما ملول اند، ذوقی درست باخبار ندارند. بالجملة که مرا سعی در رواج این اوراق بیش از آن است که گفته آید، اما عجبالتاً بر این مراد حیره نتوان شد. احوی صاحب قبله بطوع خاطر خریدار اوراق اند، بلك با من بیان یکدلی بسته سعی در رواج اخبار دارند. معهدا برین مسایه کوشش قانع نیستم. وثیقه های دگران نیز خواهم فرستاد. از حال معامله آنچه بگاشته كلك تقدطراز بود، جهل مرا به پیروایه علم آراست، اما نگرانی باین قدر آکهی از دل برنخواست.

است کہ خود را بیش شما سفارش می کنم، ورنہ درحقیقت کار من کار شما ست۔ وایضا بالای طاعت، اگر کار خود را کار شما نمی دانستمی، چگونه این سترگ رازها بہ شما می نہادم و خود را سراسر بشما می سپردم! رعایت این معنی باید داشت کہ ہر نامہ کہ از من برسد، آنرا بخوانید و بمولانا بہائید و از ہم بدرید و بہ آب و آتش افکنید۔ مطلب قدیم را بہ روشی جدید پیرایہ اظہار دادہ نزد منشی صاحب فرستادہ ام۔ آنرا بگریذ و بسجید و بہ مخ کارها وارسید۔

(پیچ آہنگ، ۱۳۳)

(۵)

قبلہ حاجات،

دیروز کہ پانزدہم اکتوبر بود، قدسی صحیفہ مکتوبہ بہت ونہم ستمبر با یک ورق آئینہ سکندر رسید۔ اما در آن لفافہ اوراق اخبار را ہرچند جستم کتر یافتہ۔ انہا ورق اشتہار بود، دیگر هیچ۔ گفتہ: «مخدوم

مردم داده عالمی بر عرص و مال خود لرزان
 است - خسگان را مرهم سوارش جز بدار و کده
 صدر نمان نداده اند، چه در آید بارگاه حیف و میل
 را روائی ناست، و ره هرسو عیار قند بلند و آتش پیداد
 تیر است - امروز که ۱۲ حوری سب، حام جهان نما
 آئینه سپهر این خبر گردید که در آن ناحت
 و با شناع اسب من که حرواه و دعا نوی دوستانم،
 چگویم که چه پدر در اضطراب افتاده ام - امید آن دارم
 که هرچه رود تر بداد گریهای من فرا رسید و نوید
 عافیت خود و دیگر منسمان و مخاصمان خویش بفرستید،
 با خاطر منوش را در یقه تسکینی خواهد بود - چون
 بدیهی اسب که ملارمان از راه شفقت و اهدا پاره
 از حال سرانجام کار این سمنرده نگارش خواهند
 فرمود، در اسم دعا ابرام بکردم، با سدر از انسی و
 حیره سری متصف ببا بدم تمام - مخفی نمائاد که رودی
 در نگارش پاسخ این نامه جان بمرده و آب به تشنه
 بختیدانست، و کورش من به هزار رنگ خم نسام

(۶)

قبلہ من،

زمانہ دراز گزشتہ و می‌گذرد کہ بسواد
گوهرین نامہ دیدہ توتیائی نگشتہ - ارین پیش آنچہ
بحکم بیکس نوازی نوازش کردہ اید، نقش نگین ضمیر
است - خاصہ ہمدردان باب خار حاری دارم کہ محاسب
خیال مدت رسیدن پاسخ را بیایان برد و هنوز ربکی
از آن بہار پدید نیست - ماجرای من اینست کہ از داد
کدہ این خلاف آناد خود را بیکسو کشیدہ نقش دیوار
غمخانہ خویش گردیدہ ام - شمع امید در بزم حیال
افروختہ و چشم بدادگریہای حکام صدر دوختہ دارم -
چگونیم کہ حکام اطراف چہ ہنجارہا سرکردہ اند و
چہ شیوہ ہا پیش گرفتہ ! اگر دورگاری ہم بدین
نہج خواہد گزشت، خانماں غرقہ سیلاب فنا خواہد
گشت - خاصہ اندرین دیار کہ عمائد روزگار غماری
و نسمای اختیار کردہ اند و حکام گوش رعیت بدین

وفا نشینم۔ حداوا، اگرچہ بدان نبرزم کہ نامہ رود
 رود اند قوشت، اما لطف گاہ گاہ دریغ نباید داشت۔
 درین هنگام کہ دل بطرف حضرت م۔ ولوی صاحب
 نگران و زده صحت و حوی جویاست، در مان داده
 اید کہ غالب مغلوب مزخرفات خود را نظر اعجاز اثر
 درآرد جان پرور، کجا آن دورگاران کہ دست
 توارش بر بر و دوش کلک رقاص کشیدمی و بہ
 بیروی فکر پنجه ارباب فن برداشتمی۔ حالیا با خودم
 آویزشهای رنگ رنگ و فافہ سخن سنجی تمسک
 است۔ با ایہمہ آنتہم بی دود بیست ریش دل در
 حوابہ فسانی است و باخن فکر سرلرم حکر کاوی
 غزلی چند کہ از سازگی اندیشہ جبر میدہد، توضع
 اصلاح رقم می گردد

(۸)

اس نورش نامہ ابست از عہدہ اندہ بجناب
 فیض مآب والی ولایت معنی، مولوی سراج الدین احمد
 صاحب۔ عنوان گزارش مدعا ایکہ تکارنامہ

بجناب مولوی صاحب قبلہ عرضداشتی و سلام
و شوق دیدار بعد گوته مودت و وداد بحدس
آغا صاحب گزارش کردنی است۔ فقط
(پیچ آہنگ ۱۰۹)

(۷)

بر ضمیر میر قبلہ ارباب صفا یوشبده مباد
کہ بس از روزگاری نورود نامہ شادمان کشتہ
سپاس عنایت باندازہ طافت گزاردهام، و دل را
بسرمايہ امید محنتہ۔ بالحمہ ناساری مزاج مولوی
صاحب قبلہ در تاب و ہم افکنده و دود از نہاد صبر
و شکیب برانگیختہ است۔ شما و ہم بررکوار شما از
گرانمایگان دھر و نکوان روزگاراید۔ بارب، سلاہت
باشید و دیر ہمانہد و جاوید کردید و ار دھر ایکوئی ہا
بیابید و بیابہ ہای بلند رسید! ساد می کہنم آن
مہربانہای شما کہ مرا بگونہاگون یر۔ش و نوارش
نواختید و غم غربت و اندوہ تنہائی ار دلم ربودید نا
ار شما دور افتادم، روی راحت دیدم و سوی

دانست. مرا آنچه از گردش سپهر و سناره پیش آمد،
 این است که بتاریخ چارم معنی که با سزدهم دفعه
 طاق داشت، ربوٹ مقدمه من بصدور روان شد. هی،
 هی، چه ربوٹ و تو مقدمه ا ربوٹی چون طره حو بان
 حم اندر حم و چون حال دل بستگان در هم. از آنجا
 که در آغار داور را بر حو بش مهربان شناسنامه،
 شرم باد، اگر سخن درار کنم و نوای شکوه سار
 کنم. اگر نای امیدم را اسدواری پایۀ تحریر صدر
 بودی، اعیان اس دادگاه رحمہ در نیسان و حودم
 افگیده بودند، و زهر هلاهل بساغر مرادم کرده.
 انصاف بالای طاعت، بان همه ناساری رمانه عدار و طاق
 تحریر ربوٹ آنقدرها ناگوار هم نیست. غایت وافی
 الساب اینکه سار آوردن نهال مراد روری، چند دیر
 خواهد کشید. منت ایزد را که عافیت بحر است. دیگر،
 مدعی ناانصاف که به کلکتہ در عیدت من کرد فتنه
 برانگیخته و طرح بنای محادله رنخته است، ندانم چه
 ربونی در کار حو بنمن دید و چه جواب ره ره کداز

به حبش تسلیم و درود حیب و کسادم را به کل
 انیاست. درنگ در نگارش پاسخ لایزالیه نمود.
 می خواستم که سرمایه تحریری دست بهم دهد و برق آگاهی
 از یرده بدرخشد. بدون نه جاده مدعا طلبی پایان
 رسید، خواه بفرق شتافتن آغار ~~ص~~د و ساق هنگامه
 پاسخ نگاری سار کرد. فیص رسانا، نامه نامی شما از
 صحت وجود فائض الجود حضرت و لوتی محمد حلیل الدین
 حان آکهم صاحب. و حقا که پرونده این جبر و
 حوبنده این نوید بودم از هن آداب زمین بس
 رسانند و عدد کوتاهها بار حواهد. امید که در
 عرص یکدو هفته بخود آم و خود را بذریعه تحریر
 را باد خاطر عاطر شان دهم. شبگی همدران مشکین
 صحیفه دعا کوی خود را هزده ایمای سرانجام خدمت
 استفتا داده اید و وثیقه که ذریعه استفتا اید بود، نه
 فرستاده اید، اگرچه خود نیز از نفرستان آن کاشد و
 وعده ارسال آن در روزگار آبنده اشعار فرموده اید.
 بهر رنگ از منتظران ایمای سرانجام خدمت نوان

از همان رفین حواهر عربی - از آن گروه نیم که چون
از دوست حدائی روی دهد، رسم و راهش از یاد
برد و معاملات فراوش کنند. این بخودمه مرحومه
همالست که را در کلکته خبر باساریش رسیده بود،
دل شما از دست رفته و سراسیمگی سرپای خاطر
را فرو گرفته - در نظر دارم که مردش بر دشمنان
شما چه قیامت گزشته باشد - آوا انزد پاک شما را خبر
عطا فرماید و تمومیدی دل و توفیق رضا ادرانی دارد
و اس سانحه را در روایت عمر شما حاتم مکاره و
مقطع مصائب گرداندا و رسیدم که حساب مولوی
صاحب قله معارضه بواسطه رجحها کشیده اند، اما بفضل
اپردی راحت ازان رحمت یافته اند - بیکس نوازیهای
آلفیه بیکوان در نظر دارم و دعاگوی حضرت اویم -
کورش من باید رساید و اس بیت از جانب من
عرض باید داشت :

گرچه دورم از بساط قرب، همت دور نیست
بنده شاه شمائیم و تما حوان شما

ار بارگاه یافت که حالیا به حو'هر راذگان حو'د منته
است که من از فکر کار شما عاقل بدم، اما شما را
باید که نخست رجوع بسردشته رسیدنی شای اورید
و صفحه چون روی حو'د سیاه رسید و بدگاه
رسانید، تا مرا سرمایه آورش صادر تواند بود و پس
نگارش این يك دو سطر محض بشهرت آگاهان
شماست. والسلام.

(پیچ آهنگ: ۱۳۴)

(۹)

دلواز ماه بس از عمری رسید و عمری دیگر
بخشید، تا عمر به اندوه جبری شاه را تلافی تواند کرد.
اما شاد کردن دلی که نهادش نعم سرشته باشد، به آسان
است. منم که چون نامه شما رسیدی، مسافه از حای
برجسنمی و جهان جهان تشط اندوخمی. اینك تا چشم
به سواد آن صحیفه دوچار گشتم، همان در نظرم ابره
و تار گشته نخست آنچه در نظرم حاوه کرد، خاطر
آشوب جبری بود که دل نا حکر حو'ن ساحت، اعمی

(۱۰)

عمر بن و خان من،
 پس از رسیدن گرامی نامه در بند آن بودم که
 پاسخ گزار شوم و ماجرای خود را شرح دهم.
 دی که پانزدهم ذی الحجه روز دوشنبه بود، خبر رسید
 که مجموعهٔ مکارم اخلاق را شمارهٔ وجود از هم گسخت.
 خاک بدهم، مسخر ا- ثرامنگ 'حان بجان آفرس باز داد.
 کاش روی گذاشته در دورهٔ گوشم رخنه‌اندی و این
 خبر ساهمهٔ نوب رساندندی! انون امید عمخواری
 از که بایدم داشت و دل را بحیال گردش جسم که
 نسکین داد؟ ریوئی که حساب مسخر فرانسس ها کدس
 بهادر در مقدمهٔ این کشفنی و سوختنی بصدور فرستاده
 است، چگویم که چه قدرها امیدگاه و اندوه‌نزای بوده
 است! تکیه بر کارسازهای آن چابک‌نوام بیدای
 فنا داشتم. گرد فتنه که مدعی نایاصاف در ره‌گزر
 مقصود من برانگیخته است، چگویم که چه مایه نظاره
 نراش و اندام‌فرسای بوده است! در پناه سایهٔ

آشکار شد کہ مخدوم مرا از علاقہ تارہ خوشبودی
 نیست۔ ہر آئینہ انکشاف اس معنی صحرا صحرا عمار
 ملال بر خاطر رجعت۔ خدا را، دلتنگ تو شد و
 کلکتہ را عیبت باید دانست۔ شہری دیس پاکر کی
 و بہار ستانی بدین خرمی در کیتی ~~سجاست~~! حاک
 نشینی آن دیار از اورنگ آرائی مردوم دگر حوتہ۔
 من و خدای من کہ اکرم مہا مل نہ دمی و طوق
 ناموس عیال بگردن بداشنمی، ذہن بر ہر چہ هست
 افشاندی و خود را بدان بعه رسیدی؛ نا ریسیمی،
 در آن مہو کدہ بودمی و از ریج ہواہای ناحوس
 ہمدوستان آسودمی! رہی ہواہای سرد و حوشا
 آبہای گوارا! فرجا باندہای باب و خرما ثمر
 ہای پیش رس! چنانچہ غالب دہلوی گوید:

ہمہ کمر میوہ فہر دوس بخوانت بدانشا

غالب، آن انبہ بنکالہ دراموش مہاد!

(پنج آہنگ: ۱۴۶)

لفظی به لفظی به پیوندم و گلدسته تهنیتی فراسدم
و السلام و هو خبر الکلام

(پیح آهنگ ۱۲۹)

(۱۱)

قبله من،

بارها بخاطر میگذرد که مگر مولانا سراج الدین احمد
به کلکسته رفتند، ورته این قدر از من بیگانه
گشتن و در عرض این مایه مدت به نامه
باد بیاوردن چه امکان داشت. باز می گویم که اگر
در واقع چنین است. چه بود که مرا آکهی بدادید؟
گاهی بدل می خلد که رعایت خاطر احباب فرموده اند
و از من و حال من قطع نظر نموده. من و خدا که
دل درین معرکه می بسند و خاطر این اندیشه فتوی
نمیدهد! متانت طبع و استقامت ضمیر و استواری عهد و
صدف دعوی شما مرا ازین وسوسه باز می دارد.
بالجمله خبرت زده اوضاع روزگارسم و کشته گردش
لیل و نهار عرضداشت موسومه جناب مستطاب

دست حمایتش آسوده می‌زنم - اکنون از هر دو سو
فلك بكام دشمن است - کو مقدمه و کدام رپوٹ!

از من حسته چه برسی که چه حال است ترا؟

حل من حال - گان، این چه سوال است برا؟

خدای را، در پاسخ این نامه درنگ روا ندارید و
حائها مفصل رقم فرمائید که آن والا گهر را چه روی
داد و آن نونهال حدیقه مردمی را کدام تند باد از
پای افگند، و پس از وی سرانجام دفر کرده چه
شد و حایش که گومت؟ آیا همان سیمین فریزر بهادر به
سکرمی کونسل عالیہ پای تمامت افندردند با دیگری
را بروی کار آوردند؟ دیگر آنچه ازین عالم بر شما
پدید آمده باشد، کوه قلمی مکنید و هرچه زودتر
بویسید - اگرچه نامی ناهه خبر از ترفیبی که در حال حیر
اشتمال مخدومی جناب مولوی خلیل الدین خان صاحب
پدید آمد، داده و درهای فردوس بر روی تمنا
کشاده است، اما بحدی که سرو برگ آتم نیست که

زورق بطوفان بالا افگندهام - هنوز خبر مقدم
 جواب نواب معالی القاب باورم نمی آید - کاش در زمره
 داخواهات محسوب نمودی، تا فارغ ازین
 کشتاکش رپسنمی و خوش و ناخوش را بکدست
 دانسمی - چکنم که دل از عریده تنگ است و دستم
 زیر سنگ - از جمله اخبار وحشت انگیز یکی این
 است که بعضی تفات می گویند که حباب نواب گورنر
 بهادر، یربوٹ کونسل قرار داده اند و دام موهر
 رای یکی از احزای آن کونسل است - اگرچنین است
 بحال خودم خون باید گریست - شاید این پرده
 حری دارید - همه تن چشتم حرتم، حاصه درمقدمه
 خوتنن که مسادی آن بچه رنگ استوار بود و
 حالیا چه پیش آمدها گرفتم که بودن اسٹریک بهادر
 طرح این نادرستی ربحث - آخر مجموع صاحبان کونسل
 همان بودند که آغار کار مرا پروار روئی داده اند -
 به سعابی که حاکم دهلی درباره من کرد، چرا حکم
 سابق را فراموش کردند؟ الله درافائل ؛

مولانا حضرت مولوی عبدالکریم صاحب در نور
نامہ موسومہ شاہنشاہ فرستادم۔ امید آیم بود کہ جوابی
دل نواز بر از نسیم ہمار حواہد رسید و طبع را حرمی
خواہد بخشید۔ ع: آمہم نشد مبسر و سودای خام شد۔
قطع نظر از کایابی و ناکامی خویش حیران یربطی
اوضاع دہرم و هیچ نمی فہم کہ قاعدہا چرا برگشت
و رسم ہا از چہ و ازگون شد۔ از دو ماہ می شوم کہ
ارٹن صاحب رسیڈنٹ حیدرآباد بہ رسیدنٹی دہلی راورد شدہد
و در دہلی ہنوز گردی از مقدمش پدید نیست۔ عہدہ قوم
حکام نیز خبر ندارند کہ آن صاحب بمحول الحال
بحاست، و در آمدنش درنگ چراست دیگر خبر ندارم
کہ بعد مردن مسٹر آستریلگ بر دفتر خانہ چہ گذشت۔
این قدر منقح شدہ است کہ ہنوز سیمن فربر بہ در
کار سکرتری می کنند و بس۔ خبر است کہ جناب
نواب گورنر جول بہادر در ماہ اکتوبر بہ ہندوستان
می آیند۔ سال گذشتہ رستخیز عجیبی در اشخاص عملہ و
منتسبان دفتر دیدہ ام۔ الٰہ ہمدراں ہنگامہ مر ہم

مکسوف باشد برگارید تا خاطر شکسته به تسکین
گراید! والسلام -

(۱۲)

فناء دیده و دل سلامت.

حیرتی داشتم که مرگ ناگاه در گریستن امیر
حوان دوات حوان سال برای چیست و کاربرد از آن
والا کده قصا و قدر این - انچه - ترگ کدام نتیجه
مظور دارند. حالیا حالی شد که بسیلاب فنا دادن
بنای امیدواری غلب شوریده بخت نمی خواستند، و
آن صورت نمی بست الا به ظهور این طوفان هوش را.
توضیح این ابهام آن که فرمانده این خراب آباد که
مستر فرانسس هاکنس بهادرش نامند، با جاگیردار
فیروزپور عهد موافقت و مراقبت بسته، خواست که
مرا بکشتن دهند. رپوٹی چنانکه خواست بصدر فرستاد.
می سمجیدم که مرجع کار داور فرشته حوی حق
تسلس است. بچاره گری خواهد نشست و اصلاح حال
رپوٹ خواهد کرد. قضا را، اتفاق چنان افتاد که

نا کلمی و کامیابی ما مهمل است

امسار ادای بی روش منبر نجیم

نادر بر از هر چه گمان کرده شود این است که
امری که باعث تدلیل و تخریب ملان بیک شده بود، یعنی
رشوت ستانی، حالا در عهد کسی که من کشته اویم،
آن قدرها رواج دارد که بگفت و بیانت بگذاشتند.
حیرتم است که نواب نوروز بهادر چرا بدین سو توجه
نمی فرمایند و خلق خدا را از چنگل این طالع بجات
نمی دهند. دیگر داغ لرحی این امانم که احباب
کلکته مثل نواب علی اکبر خان و موای ولایت حسن
صاحب و رای رن سنگه بهجا جناب مرزا احمد بیک خان
از دو ماه سطری تمام من نوشته اند. حالا چکنم
و قطع نظر از اعانت خبر از که جوم و چگونه دریام
که حال آن ناحیه چیست؟ زور من بشما میرسد و شما
را نه امروز بلکه از نخستین روز صاحب دل و روش
روان شماخته ام. برای خدا و بحق مودتی که بیانه من
و شماست، رحم آورید و احوالها آنچه بر شما

مدرجۀ تحریر کرنیل ، الکم صاحب که مرد ؟ من و خدا
 اکنون ار شدش جهت در چاره جوئی قرار و عالمی
 را با حوینمین نامار می بنم - خواسته ام که عرضداشت
 نام دمی اواب گورنر جنرال بهادر بخدمت سیمین
 وزیر بهادر فرستم ، تا ترجمۀ آن کونسل بگذرد و
 صاحبان صدر حال مرا دریابند اما درین امر عنایتی
 از جناب مولوی صاحب و قبله باید با کار روان
 گردد - چوب می رسم که در آن انجمن نیز بیدردی
 جگر نشۀ حوب من است ، امید که خدمت حضرت
 مولانا از جناب خود نعرض رسایید که اسسدا الله
 واجب الرحم است و استعداد علامی و خدمت نزاری
 دارد - علی الرغم عدو - می در آن باید فرمود که
 عرضداشت وی منجم بخط انگریزی گردیده به اجلاس
 کونسل بگذرد ، بلك مبادی حال او را پیاره بگوش
 صاحب سکر بر باید دهید ، تا امرادی را پیاد آرید
 و حسۀ را بنیاسسد - فقط

(پنج آهنگ : ۱۳۰)

پنج روز بعد از رسید ریوٹ امیدگاہ مرا اجل در رسید
و چشم جهان بدش فرو بسته شد۔ اداام پر سر ریوٹ چه
آمد۔ یاد خواهد بود کہ فرد احساسات روز وداع بداور
سپردہ آمدہ بودم و گزشتن آنرا بہ معیت ریوٹ
می خراستم۔ آنہم ہم چنان طعورہ نشین زاویہ عدم ماند۔
چه دانم کہ در آنجا بخت بد ما من چه کرد! این جا
صاحب اسسٹنٹ رسیدنٹ مرا طلبید و گفت کہ مسٹر
مرانسس ہاکس صاحب بہادر رسیدنٹ دہلی
می فرمایند کہ مجوز کردیم و حکم دادیم کہ متعلقان
نصر اللہ بیگ خان پنج ہزار روپیہ سالانہ موافق سہ ماہ
گزرانیدہ جاکیردار فیروز پور، چنان کہ در ماضی یافتہ
آمدہ اند، در مستقبل می یافتہ باشند۔ فرو دہتم و از
حیرت جنون کردم کہ این بددہ خدا چه می فرماید۔
این پنج ہزار روپیہ را من خود بہ کونسل نشان
دادہ و ازین مقدار ساخوشمودی خود ظاہر ساخته
طالب فیصلہ جذید بودہ ام۔ تجویز سابقہ کونسل را چه
شد و فرماندہان صدر را چه پیش آمد؟ دہ ہزار روپیہ

این عفته‌ها پر دارد. نخست این که به تواتر پرتو این
 خبر بنگاه کافه انام نورآگین شد که دهر حانه
 فارسی با دهر انگری نوام گردید و خداوندی
 این هر دو کده به مسر سوئین بهادر قرار یافت.
 درین صورت جناب سیمین فربرز بهادر را چه پیش آمد
 و وجود با خودش رونق کداهین بارگاه شد. دیگر
 اس که یکی از صاحبان والاشن می گفت که کرمل
 املاک صاحب از جهان رفت. وای بر حال
 مرزا ابوالقاسم خان و آغا محمد حسن! بش از همه وای
 به روزگار من که در کلکته ولایت بیگ به آتش
 افروزی سرگرم و من درین دیار بی فرمان روا
 سرسنگ بیزم و جان با کاهی میدهم! کس فغان مرا
 می نمنود. چگویم که از بخت خود چقدر گله دارم و
 از هجوم اندوه چه نایه نزدیم! خلقی سر ارار من دارد
 و عالمی نمنه خون من است. خدا را، اگر به کاپور
 رسیده و به عشرت کده حویش آرمیده اید، حال
 کلکته معصل برنگارید! والسلام.

(۱۳)

قبائے من،

نا شودم کہ بہ کلکتہ رسیدید، حدای را شکر کفتم
و سیاس ازدی بجا آوردم۔ صفای عفتیت خودم
را لازم کہ نرسیدن مودت سامہ را بر بیگانگی و
فراموشی گمان نکرده ام و شما را معاف دانستہ ام۔
گزشتہ دادنامہ من بہ پاشاہ کونسل و طلب شدن
اصل سند گزراہیدہ حا کبردار فروریورہ دیگر حالات
بر ضمیر منیر برنو اعلان افگندہ باشد، بلکہ رسیدن
آن سند و اندازہٗ نجویز دادگران نیز پیش از رسیدن
این نامہ بہ لعلہ نگاہ ملازمان سامی و روع آگاہ بودہ
باشد۔ از ادراک انتہاض نواب کورنر بہادر تاربخ
بازدہم اکتوبر بہ ہندوستان و خرامیدن پرنسپ صاحب
بہ صیغہٗ مسکرتی بہ رکاب نصرت انتساب حیرتی چسبہ
رو دادہ است کہ سرانگشت توجہ ملازمان بہ کشایش

سر سر خاطر نتان شد. در دارة حوتسم گوان آنست
 که محروم نباشم و بداد رسم، چه طالب ظهور حق
 حقیقی ام و دیگر هیچ. هر قدر تحففات برود، ملامت
 معصود و موافق نمای من است. بخاطر خواهد بود
 که در آغار کار دفتر سرکار را گواه گرفته ام، و
 حکام صدر چٹھی جناب مالک صاحب بهادر را بسر رشته
 رسیدنی دهلی فرستاده اند و مقدار وجه پرورش
 مرا حواله بر آن تحریر دانسته اند. هر آئینه دانسته میشود
 که چون صاحبان صدر سید مرسله مدعی علیه را رد
 مالک صاحب بهادر فرستاده اند، چٹھی مذکور را نیز
 بمعیت آن سید فرستاده باشند. و هرگاه حال چنین
 است، مزه مرا که داعم بمرهم و دردم بدرمان رسید.
 درین جا مسطور است که مالک صاحب بهادر بولایت
 رفند. همانا هموز نرفه باشند. آنچه از جناب قبایه و
 کعبه مرزا احمد بیگ صاحب مرفوم بود، آویزه نوس
 هوش گردید. جناب عالی، حال از من پرسیدند و
 حکم موافق دعوی مرزا صاحب دادن میده از یک جناب

(۱۴)

قبلاً من،

رسیدن دلکشا سامه روان را به نوید بارگی
بواحت و درون را بنور آگاهی برابر و خب - دانسم
که بیکس ہم و کسی دارم - یارب سلامت یابید و
جاوید بمانید! از حاب ملازمان و بیرونفی کارخانه ها
کوبه ملالی بمحاطر راه یافت - ارد بخشان، گر شما را
که از نیکوان رو رگارد، به پایه های بلند رساند و در
هر گونه انقلاب که روی دهد، به نرفق ناره فائز گرداند
امید که ملارمان خوش و ناخوش دهر را و فی نهاده
روی با خلق و دل با خدا دارند - من و خدا که هرگاه
نظر بر کثرت مصارف جناب و حالات رمانه می افتد،
دل برای شما می سوزد! خاصه وقتی که هرج و مرج
این سفر که شما کرده اید، به نظر می رسد - اما خدای
را شکر می کنم که همعسان عافیت به آرامش کرده رسیدند
و (فج راه به سر آمد - دیگر حالات مندرجه عنایت نامه

فلان استحقاق دارد و اسدالله حیف می‌کند و می‌خواهد که حق بیوشد و در اتلاف حقوق کوشد. حال آن که والله بالله نم‌تالله چنین نیست، بلك حق این است که حال حاجی فلان و فلان بیک سراسر نگفته‌ام و مصلحت مرا از کس این افسانه‌ها بار داشته است، ورنه حاجی فلان به خاندان نصرالله بیگ آن کرده‌است که برید به آل رسول - نه! من می‌گویم، عالمی گواه این دعوی‌است - از دهلی تا اکبرآباد صد هزار کس درین جزو رمان موجود اند که میدانند آنچه که من می‌گویم. قصه مختصر. با این همه گم‌ها که از جانب فلان بیگ داشتم، دلم از مرزا صاحب به رمیده بود. اما چون آن فلان بیک رشوی از خواهر رادگالت خود برای خوبن بولسانید و در کونسل عمار فنه برانگیخت و مرا این معنی درین دیار از خارج مکشوف شد، گفتم چه امکان دارد که مرزا صاحب بدین معاملات عالم نباشند و با وجود علم چرا آکهم نکردند. سخن نا امیدوار شدم و گفتم:

تجویز کردن است۔ و این معنی مضافی قانون محبت است۔ نحسب آن عرض کنیم کہ مرزا صاحب را چقدر می‌خواهم و چه می‌فهمم، و پس از آن مشاء شکسته دلی خویش شرح دهم خدای من بہتر می‌داند و مرا بہ عظمت و حلال او تعالی تشابہ سوگند است کہ من بی تصعب و بی تکلف مرزا احمد بیگ خان را مثل نصرت اللہ بیگ خان از آای خود می‌شمارم و ہرگز پیش مرزا در مہابہ خود و حامد علی فرق نمی‌کنم و ہرگز امری کہ موجب توہم خاطر باشد، از جانب مرزا صاحب پیرا و ن حیا لم نگردیدہ۔ این قدر دالسمہ ام کہ ہر گاہ من بہ کلکنہ ہستم، در غیبت من فلاں بیگ بخاوت و انجمن مطابق مقصود حواش سخنها گفتہ باشد، و گاہبہ حواہر خویش یعنی حاجی فلاں را در میانہ احباب بہ بہای گران فروختہ باشد و او را در نظر مردم بہ کراتمایگی سنودہ باشد۔ و مرزا صاحب حکایہای بی اصل او را بارر داشتہ، اگر ہیچ نباشد، این قدر خود گمان کردہ اند کہ خواجہ حاجی

فلان اسحق‌تاقی دارد و اسدالله حیف می‌کند و می‌خواهد که حق بیوشد و در اتلاف حقوق کوشد. حال آن که والله ب‌الله نم‌تالله چنین نیست، بلك حق این است که حال حاجی فلان و فلان بیگ سراسر نگفته‌ام و مصلحت مرا از گفتن این افسانه‌ها باز داشته است، ورنه حاجی فلان به خاندان نصرالله بیگ آن کرده‌است که برید به آل رسول - نه! من می‌گویم، عالمی کواه این دعوی است - از دهلی تا اکبرآباد صد هزار کس درین جرو روان موجود اند که میدانند آنچه که من می‌گویم - قصه مختصر. با این همه گه‌گاه که از حاجب فلان بیگ داشتم، دلم از مرزا صاحب نه رمیده بود - اما چون آن فلان بیگ رشوی از خواهرزادگان خود برای خویشین بولساید و در کونسل عمار همه برانگیخت و مرا این معنی درین دیار از خارج مکشوف شد، گفتم چه امکان دارد که مرا صاحب بدین معاملات عالم نیانسد و با وجود علم چرا آکهم نکردند - سخن نا امیدوار سندم و گفتم:

تجوز کردن است - و اس معنی مسافری و مسافر است -
 است - نخست آن عرض کنم که مرزا صاحب را
 چندر می خواهم و چه می فهمم ، و پس از آن منشاء
 شکسته دلی خویش شرح دهم خدای من بهتر می داند
 و مرا به عظمت و حلال او تعالی شاه سوگند است که
 من بی تصنع و بی تکلف مرزا احمد بیگ خان را مثل
 نصرالله بیگ خان از آرای خود می شمارم و هرگز پیش
 مرزا در میان خود و حامد علی فرق نمی کنم و هرگز
 امری که موجب اوهام خاطر باشد از جانب مرزا
 صاحب پیراهون خیالم نگردانده - این قدر دانسته ام که
 هرگاه من به کلکته بستم ، در عاقبت من فلان بیگ
 بخلوت و انجمن مطابق مقصود خویش سخن گفت
 باشد ، و گاننده حواهر خویش یعنی حاجی فلان را
 در میان احباب به بهای گران فروخته باشد و او را
 در نظر مردم به کرامتایی ننوده باشد - و مرزا صاحب
 حکایت های بی اصل او را باور داشته ، اگر هیچ نباشد ،
 این قدر خود گمان کرده اند که خواسته حاجی

(۱۵)

سرباپای من فدای سرباپای شما باد!

روزهاست که دلبوازن‌ها می‌رسد و مرا
 شکسته‌دل دارد - باری نواب همایون القاب بدین
 بقعه رسید و مرا از شکمجه فرماندهان دگر و
 رهانید - تفصیل این ماجرا در نامه موسومۀ احمد بیگ
 حان صاحب که در آن نورد بز روی سخن بطرف
 شماست، نگارش رفته - غالب که حالی رای عالی شده
 باشد - اما آنچه بسته شده است، راز است و آنچه بسته
 می‌شود، راز است - آنچه رقم گشته است، اخبار است،
 و آنچه رقم می‌گردد، استخبار است - پیداست که کارافتاد
 آسیحه‌مر به اخبار تشکیید و همه در استخبار آویزد -
 التفات نواب جهانیان‌مآب خبر از توجه اعیان کونسل
 میداد - همانا که اگر حق من نکونسل عالیہ ثابت بودی،
 جزو اعظم کونسل بسوم از مهر ندیدی، و بحال دارم
 این مایه پرداختی - خدا را، سعی در آن فرمایند که
 رازها در بایند و مرا بی‌اگاهانند - آخر ترتیب کاغذ

دل بر حفاظت هم که بجز صبر چاره نیست
 اکنون که دوست جانب دشمن گرفته است
 لله الحمد، مرد صادق القول و دلم با زبان در هر گفتار
 موافق است. هم پایه محبت و ولای خود را با مهر را
 صاحب آنچه بوده راست راست عرض کردم و هم
 شکوه که در ضمیر داشتم با گمانی که بود بی کم و
 کاست شرح دادم. حالیا اگر به کش مهر و وفا
 بره کار و مجرم باشم عربری و اگر شائسته رحمتی، رام
 بود عفو نصیری. حال من سرا سر خدمت
 مر را صاحب درارده عرض میتوان کرد که والله
 شما را عم حقیقی و نزدیک معنوی حوصله میدانم، و
 گله من از در دسی نامه نیست، بلکه آشفتگی آن
 خیال و ورورفتگی آن گمانم. و بعدا که هرگاه در نفس
 شکایت نظر خواهد فرمود، یکدلی و صاف باطنی و
 پاک طینتی من بشیر از پشمن خواهد شد.
 رباده نیاز.

(پنج آهنگ ۱۲۲)

انصاف بالای طاعت، و بیقۀ از حسب تبار بیاورده ام
و دست آویری شامل دادن نامه بکونسل نه گذرانیده ام -
حالا بر آن سرم که اگر حکام چشم از حق ببوشنند،
گدایانه بدان در رسم و درد دل بدان زه زمه فرو ریزم
که مرغان هوا و ماهیان دریا را بر خود بگیرانم -
انمودگی از خبرهای هر ره بطریق نفیس رقم می گردد
که نواب معالی القاب کواغد مفده مرا از سر رشته
رسیذنی با خود برده کراعی را که در سر رشته
صدر فراهم بوده است هم از آن سر رشته طلب
کرده ند. فرموده بودند که بعد از رسیدن کواغد
از کلکته و ترتیب و مثل حکمی مناسب داده نفل آن
حکم که از سر رشته خاص دادخواه فرستاده خواهد شد
و طهور این همه مراتب سارخ دهم دهمر بوده
است - تا امروز که پانزدهم مارچ است، رنگی از بس
برده ندیده است که بیرون نوان داد و خبری از
تشکر نرسیده است که بار توان گفتم - یارانی که در
تشکر اند این قدر هم نه کرده اند که خبر رسیدن کواغد

و روانگی آن به لشکر از آن عالم بپست که بر متلفس پوشیده تواند بود. شنیده میشود که لشکر به جی اور نخواهد رفت و یکدست به اجیر خواهد ستاوت. صافترک این که گویند کورنر بیٹی در آنجا میرسد و این دو تابنده احقر سیهر جهاداری در آنجا قران گردیده قواص مجوزۃ حدیده را به اعلان نظر خواهند دید و باتفاق همدیگر اجرای آن بند و پست خواهند فرمود.

(۱۶)

سلامت باشید و در پیماید،

محسن من اگر به ازای هر عنایت محمدی بتقدیم رسد و وراحدور هر مهربانی سیاسی سرانجام داده آید، سخن هیچگاه منقطع نشود و مآرب دیگر را گنجایش اظهار نماند. لاجرم این گفتگو را از کام و ربان بدل و جان سیرده ام، و خود را از شما دانسته ام عمر من و جان من، به عمر خود و جان شما که مقصود من از این ناله فرسائی و عریده آرائی ظهور حق حقیقی است، نه کرد آوردن زخارف دنیوی.

دیگر و لیم فریزر بهادر صاحب کشتی دهلی به
عطای حاجت مفتخر و مخاطب مدیر الدوله انتظام الملك
صفوت یار خان و ایم فریزر بهادر صلاحیت جنگ
مخاطب شد. گوید رسیدنی دهلی به کشتی دهلی
معوض گردید. اکنون این دو کار هم بدین يك صاحب
عالی شان تعلق دارد. عملیه رسیدنی بدستور است.
تخفیف و تفریق تا دم تحریر به میان نیامده. شهرت
دارد که تعلق راجه ها به صاحبی قریاوت که در
اجپور است، آن هم بروشی که شنوندگان در آن امر
رو ماندند. یعنی مهاراجه را تعلق به اجپور نشان
میدهند و از باتیاسدگان برخی را بدلی نام می برند.
و جماعت آنانند که مردم در حال شان متروک اند؛ نه
متعلق به دهلی میدانند و نه بجانب اجپور میرسد.
دیگر خبر است که اواب عالی جناب بتاریخ چهاردهم
مارچ در هتورا رسیده امروز پانزدهم مارچ همدران
بقعه آر میده اند، و فردا که شانزدهم مارچ است
کوچ می کنند و منزل به منزل می خرامند، و بتاریخ

و ترتیب مثل دادندی، چہ جای آن کہ مزدۃ فول و نوید توقع درستانندی۔ اخمار پراگمدۃ این مرز بوم آن کہ داراس بہادر سپہ سالار بدھلی رسید و بہرون کشمیری دروازہ بمیدانی کہ خیمہ گاہ نواب کورنر بہادر شدہ بود، فرود آمد و دھم مارچ رور شنبہ ابن سہ کس بملازمت شاہ دھلی رفتند، بارلس بہادر سپہ سالار بمذوح و مایم مارٹین بہادر رسیدنت دھلی و ولیم فریزر بہادر کمشنر دھلی۔ ار آن جملہ سپہ سالار بہ عطای خلعت و ماہی مراتب و نوبت و غبرہ لوازم سپہ سالاری مباہی شد، و محنتم الدولہ سیف الملوک خاندانم خان بہادر سپہ سالار سر اڈوارڈ ہارلس بہادر شجاعت جنگ خطاب یافت، و ہر دای آن کہ یک شنبہ بود، بہ میرٹھہ رفت۔ دیگر ولیم مایم مارٹین بہادر خلعت شمس پارچہ و عطر و پان بطریق رخصت یافت و بدرود شد۔ دیروز یکشنبہ وقت شام در ڈاک پالکی نشست و بہ اندور خرامید۔ گویند بہ احتیاتی اندور مامور گشتہ۔

ژاژ چه خایم و هرزه چه سر ایم؟ یارب، رائی که
 من زده‌ام و سر رشته که من آفته‌ام، نرد
 روشن و اندیشه درست شما بر آن را به
 حجتگی به یزید - جناب من، امروز آدینه سبز دهم
 اپریل است فرصت نامه‌فرسائی و انصراف کاغذ و
 روشنائی و مهلت انشاآرائی بخود یافته‌ام که به تحریر
 سخن صفحه‌پرکن سر فلم را بدر می‌آرم و روی
 صفحه را سیاه می‌کنم - مخفی مباد که نواب معالی
 الغاب بتاریخ ۲۶ مارچ درین ديار رسیده درون
 شهر به کوئهی رسیدنئی فرود آمده اند، و بعد
 دو روز تسکر و بازار تسکر را رشته جمیعت از هم
 گسسته مردم را رخصت انصراف داده اند - ولوی
 محس صاحب دو شبانه روز غمکده راقم را آرامشگاه
 داشنه کاشانه در حور گنجائی خودش بخوار کوئهی
 رسیدنئی تکرایه گرفته اند و در آنجا فرود آمده اند -
 حال من این - که از اهل دوفر پدید آمد که پرسپ
 صاحب بهادر حسب الحکم حضور کاغذ مفیده غالب

بست و چهارم مارچ دہلی می رسند۔ ندانم ازین بار
آمدن مقصود چیست۔ گوید درین وادی ہنسہ دہلی
خواہند پیوست و غبارِ ملالِ طرفین فرو خواهد
نشست۔ دیگر گویند کہ نواب عالی جناب دوسہ روز
بہ دہلی قیام خواہد ورید و ہدایِ انتظامی ملک
خواہند رسید و بہایِ تارہ خواہد نہاد و حکم ہای
مناسب خواہند داد و قاعدہ ہای جدید برای
راہستان قرار خواہد یافت و حاگردارانِ عہدِ جرنیل
لارڈ لیک بہادر بہ شکنجہٴ محاسبہ کسیدہ خواہند شد۔
باشد کہ درین میابہ خون خوابیدہٴ من نہ بیدار گردد
و کار دادخواہی من بہ ہنجار گردد۔

(۱۷)

ایم جانی کہ دارم فدای سراپای شما داد!
دوتا نامہ در ڈاک پیہ ہم فرستادم۔ در نخستین
ورق ہمایِ ندیری نہادہ در دومین صحیفہ آن
اساس را استواری دادہ ام۔ چون کارہا ہنسہ سپردہ ام
و چارہ را از من توانا تر و کار را از من داناتر آید،

نورزید که حامدعلی جوان گشتی و کارها به اندازه
دانش وی روان گشتی؟ و بحدک، این چه ژاژ است
که می حایم و این چه داستانست که می سرام!
«اذا جاء اجلهم لایستأخرون ساعة ولا یستقدمون» -
من و ایمان من که برسطی اوضاع سرکار آن
مرحوم با وجود این همه بعد مسامت پیش نظر دارم -
و می نگرم که حامدعلی خان خود سال است و باشد
که به حقیقت سرمایه پدر دانا و بفراهم آوردن ردههای
پراکنده توانا نباشد. و باشد که چون آن سرمایه
بچسبک آرد، بر فرودستان خود ستم کند و برادران
را باکام و ضائع گرازد هر آئینه در این حال امینی
باید هوشمند و حق شناس که گرد چاره برآید
و غمخواری بی پدرمسادگان بمهره خود فرا گیرد
و به هیچار عدل و امانت در این وادی گام زند
و هیچ کس از احیای متکفل این مجموع مراتب نتواند
گردید الا آن که به مبرزای مرحوم از خویشاوندان
ر یگانگان باشد. گمان دارم که مدتی امیر صاحب

مستہام بر یک دیگر اندوخت و شہرازہ جمیعت بست۔
اما ہور آن اوراق گلدستہ طاق فراہوشی است۔

(۱۸)

قبلہ حاجات و کعبہ متعنیاب سلامت،

والانامہ رسید و خبر اوراق دائمی مرزا احمد
رسانید۔ سبحان اللہ، چہ مایہ سبک دل و سخت جانم
کہ نامہ در تعزیت مرزا احمد انشائی کنم و اجرای
وجودم از ہم نمی ریزد۔ می گفت کہ بہ دہلی می آیم۔
وعدہ فراموش بی مروت راہ گردانند و ناقہ بسر منزل
دیگر راند۔ گرفتم، خاطر دوستان عزیز نہداشت۔ چرا بہ
حرد سالان خود بہ پرداخت و سایہ از سر شان
باز گرفت؟ وای بی یاری باران وی! دریغ بی پدری
پسران وی! ہر چند از مرگ نتوان نالید و گسستن
تار و پود پردہ ہستی را چارہ نتوانست کرد، اما انصاف
بالای طاعت، هنوز ہنگام مردن مرزا احمد بیگ مغفور
نبود۔ چرا این قدر صبر نکرد کہ بہ کلکتہ رسیدمی و
روی نظارہ فروش را دگر بار دیدمی۔ چرا آمایہ توقف

موسومۀ شما سیردم و گفتم که چون شما نامه بمیرزا
 نفرستید، این نامه را همدران نامه فرو پیچیده روان کنید.
 پس از روزی چند عمداً الاستفسار پدید آمد که
 حکیم صاحب به خواهر میرزا حال بیماری میرزا
 هم گفته اند یا به برشش و عیادت چه رسد. و چون
 خود نامه بمیرزا نفرستاده اند، مکتوب مفوضۀ شما را که
 بنام سامی شما بود که می رسید بخون پییده و از اسم این که
 شما این روسباه را کوتاه قلم و بی پروا خواهید انگشت
 بر خود لرزیده می خواستم که وری دیگر چون روی
 خود سباه کم و حدا گاه بنما نفرستم که با گاه
 بتاریخ یازدهم شوال روز پنجشنبه وقت صبح که از
 بسیر جواب بدرجسته همچنان روی داشته نشسته
 بودم، برید ذاک رسید و نامه شما بمن داد دلم از هببت
 ورود آن نامه خود بخود نارزید. گویا در صبرم
 افگندید که میرزا احمد مرد. ترسان ترسان نامه را
 کشودم و دیدم آنچه دانسته بودم. الله بس، ما سوا هوس!
 بسامی خدمت مرزا ابوالقاسم صاحب سلامی که نعم داده به

از بهر تعهد و تکفل سزاوار اند، چه با مادر حامد علی خان گونه قرابت سببی دارند چنانچه بر شما پوشیده نیست، میرزای مرحوم دانشمند و کارشناس کسی بوده است. غالب که معتمدی را وصی ساخته و کارها بکف کفایت امینی سپرده باشد. خدا را نظر بیکسی این جماعت در نظر باید داشت و غافل نباید بود. والله که نعمخوااری بازماندگان احمد بیگ خان عین فرض و فرض عین است هم بر شما و هم بر مرزا ابوالقاسم خان. نزد توانا والدۀ حامد علی خان را شفا کرامت فرماید و بر سر پسران بی پدر سلامت دارد! بحکم قاسم خان و حوهران مرزا احمد بیگ خان چار ناچار جبر فرستاده شد. در صورت بیماری کدای رسم عیادت بجای آورده اند که درین حال مدارج تعزیت بتقدیم خواهند رسانید. حفا که مهر و آرم در نهاد مردم دهلی نیست. نامه که مشعر بسازی مزاج میرزا بمن فرستاده بودند، جوابش رقم کردم و خود نزد حکیم صادق علی خان رقم و نامه

«حان صاحب مخدوم و مظهر اشعاق» یاد آورده و القابی
که مرا می‌نگاشت به تحریر درآورده - هیات هیات!
«عرفی، چه نشسته که باران رفتند» - بحان عزیزت که
دسا بر دلم سرد و دلم بر فقر و سیاحت گرم گشته است -
بکین آمم که چون این دآوری قطع گردد، یکباره از
بد جهم و بی سرو پا گرد عالم رآیم و تا زیم تماشائی
آثار صبح الهی باشم -

هر لحظه دل بسوی بیابان کشد مرا

آب و هوای شهر بمن سارگار نیست

الله موجود، ما و معدوم!

(۲۰)

ملا ذی مطاعا،

روز شانزدهم بود از ماه رمی و وقت بر
افروختن شمع و چراغ که چپراسی رسید و نامه
اجنٹ سادر بمن داد - چون بمیزان نظر سمجیدم، کران
تر ازان بود که آن را شاهنامه توان گفت - باری
عنوانش از هم کشودم و دیدم که نامه جناب ولیم

نعمدیده رسانند و پیامی که ماتمزده بماتمزده فرستند، میتوان رسانید. و کریم خان صاحب را سلام باید گفت و از جانب من بعد سلام بسیار باید پرسید. پس از اطمینان سوز و گداز خاطر که آنهم از آثار بیصبری و مقتضیات بشری است، سخن در حال روزگار رانده می شود و بعد از شرح عم مرگ امسانه اندوه زندگی گفته می شود. سبحان الله، عمر مستعجل و مرگ در کین و فرصت موهوم و بقا اندک و دل پر از هوس و سر پر از هوا و ما از احل عاقل! الله الله الله! محرومة پانزدهم مارچ روز پنجشنبه.

(بیح آهنگ: ۱۴۰)

(۱۹)

جان من فدای شاه،

از شبا آن می خواهم که حال حامد علی خان و دیگر فرزندان مرزا احمد بیگ مغفور رقم کنید. حامد علی خان نامه بمن فرستاده است که جز ناله و فریاد هیچگونه حلا خود و والده خود ننکاشته. و طرفه این که مرا به

هم دل از اندوه خود سوخته و هم حسگر از درد
دوست برشته - والسلام- بمنشی نصرالله بعد سلام
باید گفت که انشاء الله العظیم، ادا جاء نصر الله والفتح
نقش نگین شما می گردد -

• (پنج آهنگ: ۱۴۸)

(۲۱)

قله بنده،

عمرها ست که نورود دلتواز نامه جانی تازه
بیافته ام - ندانم بکدامین حرم مردود آن نگاه حق
شماس نموده ام - لطف و عتاب آئینه داران التفات
ابد و به مذاق ارباب مودت از هم دگر گوارا تر -
اما این که از ملازمان نسبت بخوابش متناهده
می گردد، تغافل است و متحمل جفای تغافل نتوان شد
الا با دلی چون کوه و من این عطبه از قسام ازل
نیامده ام - ندانسته اید که بر من درین روزگاران
چه گزشته و خارحسکم با کدامین شعله سوزان
روکش گشته است - اگرچه شما از شنیدن فارغ اید، اما

بہادر در نورد آئیں۔ مضمون نامہ احنت بہادر
 این کہ خط صاحب سکرتر بہادر ہمراہی حضور
 میرسد، شارح کیفیت انفصال مقدمہ خواہد گردید۔
 مضمون خط صاحب سکرتر بہادر این کہ نجوہر ہا کنس
 صاحب منظور و مہر و دستخط کاغذ گذرانیدہ
 جاگہدار فہرور پور نامصرح و نا مکمل۔ اللہ در قائل!
 «درحانان کسریٰ این عدل و داد باشد»۔ شبی کہ اس
 شگرف نامہ بمن رسید، نامداد آن سامعہ گزا گردید
 کہ مولوی ظاہر علی بجزم خفیہ نوہسی ماخود و
 تا رہان نجوہر پاداش محبوس شدہ اند۔ نا رفتہ رفتہ کار بدان
 رسید کہ احبار نو قلمون گردید۔ دہلویان حسد بدیشہ
 چون مرا مخلص صادق الولای مولوی دانستند، رنگ
 آن ریختند کہ در ہر روزی دو بار سہ بار پراگندہ
 گوئی نزد من آید و آنچه خواہد از پیش خود
 نہراشد و بیان نماید بعد از دو ہفتہ بدید آمد کہ لارڈ
 صاحب نظر بہ ناحوشنودی خویش از خود جدا کردند
 و معزول ساختند و رحمت انصراف بوطن دادند۔

بنام مرزا احمد بیگ خان

($\frac{۲}{۱}$)

دل بدرد آمدگان را از ساله و فریاد مبع نتوان
کرد و ماتمندگان را از سینه کوبی باز نتوان داشت
مرا که دل از پی مهریء شما بدرد آمده است، از ناله
و فریاد چاره بست؟ و چون بدرد تغافل جان داده
در مام وفا تنسته ام، سینه حواهم ککوفت، اگر چه
سنگخاره نیست. منم که چون دو هفته گزشتی و کتابتی
از جانب شما و مولوی سراج الدین احمد نرسیدی،
جگر بدندان گرفتگی و از خود رفتگی. همان شما ناید و
همان مولوی سراج الدین و همان این دردمند اندوه
گین. ششاه است بر حاشیهء مکتوب دگران اسلامی
یاد نکرده ابد، تابه نامه و پیام چه رسد. نارسیدن نامه
از جانب من نه از آن روست که در ترك و داد پیرو
شما بوده باشم، و نه از آن روست که من آنقدر در غم
و اندوه فرو رفته باشم که یارای نفس کشیدن و

من ار گم تن فراغ ندارم - «بشود ورتشود من
گفتگوئی می کنم» - دیده دیدار طلب در هوای دیدن
در پریدن و دل بیتاب ار تلوا... مباحثت در تپیدن
شوق دیدار را چه گویم؟ مردم دیده به پای فلم افتد
از شوقی که مرا نقطه حرف کن و در نامه نویس -
ار روری که آن مهربان رونق افزای آنصوب صواب
شده اند، محروم القسمات مواصالت را در هوا به
مفارقت گذاشته اند - شکر احسانات سلامی چه گویم،
که هر روز در محفل بصورم قدم رنجه نموده؛ و ار
ندامت خود چه نویس، که گاهی بهره اندور مجلس
خیال گرامی نموده.

شرمنده احسان نوام کز سرالطاف
هر روز قدم رنجه نمائی به خیالم
من عذر ز تقصیر خود، ای خواجه، چه گویم؟
گاهی به خیالت نه رسم، وای به حال!
ریاده شوق است و بس -

(بیج آهنگ: ۱۴۷)

انصاف شرط است که هرگاه ماه ها بگذرد و از اخبار
 اخبار شما و نورچشمان بی خبر باشم، چگونه زنجیم و
 چسان گله مند باشم. امروز تازه حالی مشاهده اوراق
 حام جهان نما روی داده که صبر بر آن بی آبروی
 نتوانسم کرد. غالب که شما هم در آن اوراق نگریسته
 باشید. والله بالله ثم بالله، آنچه از حال من مسکین
 در آن ورق مندرج است، همه کذب و بهتان و گزاف
 است. خواجه رحمت نام ولد الراءى از ساد هو بچه
 گان بریلی که مرد ساحر فتنه پرداز است، شمس الدین
 حان را به افسون و افسانه رام خود ساخته و آنچنان
 در دلش فرو رفته است که شمس الدین حان را از
 حلقه فرمانش راه برون شد نموده است. گویند گان
 را به زر و افسون فریفته هر جبری که می خواهد به
 اطراف میفرستد. خلاصه اینکه خطی موسوم به جناب
 راعی سدا سکه به صاحب در بود این نامه میرسد و
 همچنان عبوان کشاده است. امید که نخست آنرا خود
 بخواند، آنگاه به راعی صاحب بپارند. هر چه هست

حرف زدن نداشته باشم - سپاس گزار حدای دادگرم
 که به این تن لاغر دلم را قریبی و نومیدی بخشیده
 است که اگر فی المثل دو عالم برهم خورد، از حال خویش
 بر نگردم؛ و به این همه در وفاداری آن مایه ثابت
 قدمم که اگر سر برود، پایم از خط حادثه مودت نه
 لغزد - باری خدا را بگوئید که شما را چه در دل گترشت
 و مولوی سراج الدین راجه پیش آمد - مگر دانسته
 بودند که رجوع اسد الله با من معاول آنست که من
 از اعیان دفتر کونسل، یعنی از روزیکه رینت بخش
 پیشگاه صدر عدالت شده اند، گاهی نشسته است که
 مرا بیاد آرند یا مامه بنوارند - عجب تر از هرچه هست
 آنکه شما را چه بر آن داشت که از پرسش من رو
 بگردانید - خوب است که فلان بیگ زنده بیست، ورنه
 خونها خورد می، هم خود از شما رنجیدی و هم شما را
 از خود آزریدی - اما این معنی تنها برای شما بودی
 و جماب مولانا سراج الدین احمد را درین داوری
 برکناره داشت می - قطع نظر از مراتب شکر و شکایت

(۲۳)

قبیله من،

شکوه پایان بداشت و گله کران بنزیر
 نمود. رفتم و به روزگار در ساختم. آرزو اینکه فرمانده
 دهلی مرا طلب کرد و بر بان گمرفشان فرمود که
 فرماندهان صدر قرار داده اند که متعلقان نصرالله بیگ
 خان همین بایند و همچنین بایند در مسئولیت که در
 ماضی بایسته اند. هر چند وقوع این امر مکروه مسنوج
 هزار گونه اندوه و ملال است، اما بخدا که دل آزاده
 من هیچ سومایل نیست، و از عدم حصول مقصود
 زنجیده ام. لیکن غم اینم میکشد که این چنین اتفاق در
 کونسل کم افتاده باشد که بخوبی سابق را بدینگونه بر هم
 زنند. آری فرمانده دهلی در آغار بر من مهربان بود
 و آخر آخر سعایت اعدا کارگر افتاد و جانب دشمن
 گرفت و بامن سرگران شد. سند گردانیده عدو
 را بر اهالی صدر بصحت و متانت جلوه داد و جوابی

بخواندن مکتوب موسومہ راے صاحب و رقمہ کہ لعین
اوست، سمت وضوح خواهد یافت۔

حضرت اکبرشاه از روز رحلت ملان بگ به
انواع عوارض مبتلا بود۔ یری روز کہ چہارشنبه آریہ
صفر بود، غسل صحت کردہ اند۔ اما ناتوانند و دماغ
شلیدن ملتزمات ندارند۔ مطلبی کہ مکون ضمیر حضرت
مخدومی است، بہ اعتقاد سده ممکن الوقوع نیست۔ چہ
کلید عقل سوس لال است، و او یکی را ار برادران
خود می خواهد کہ بسعادت قرار دهد، و مدعای
خودش نیز بہ حصول نمی رسد، تا بہ گفتگوی غیر چہ
رسد۔ امید کہ بخدمت مولوی سراج الدین احمد صاحب
آداب تسلیم رسانند۔ و اگر ممکن باشد و دشوار نبود،
دوسہ سطر بدستخط خود شان بر کاغذی نویسمایده
در نامہ خود فرو پیچیدہ روان کنند۔ ہی ہی، چہ
میگویم! خود از کجا دانستم کہ جناب مرزا صاحب
بن نامہ خواهند نوشت کہ در آن نامہ مکتوب
حضرت مولوی صاحب در نوردیدہ شود۔

دیگر از آن مخدوم توقع آن دارم که لختی از حال کونسل رقم کنند. گویند که ولیم بیلی صاحب بولایت و متکلف صاحب به نپئی مبروند و برای دهلی حاکی دیگر قرار یافته است. ازین عالم هر چه پدید آید، بفقیر بر نگارد و برای خدا در نگارش جواب نامه مساهات بفرماید. بیمه محصول ڈاک بسرکاران این دیار داده و نیمه بر آنجا حواله کرده شد. رور روانی این نامه سه شنبه و دوازدهم شوال.

($\frac{۲۴}{۳}$)

کعبه من،

فرمان شما بر جان و دلم روانست. هر چه گوئید، بسر شتابم و بفرق بوم. اما شما از شیوه های مردم دهلی آگاه نیستید. چندانکه جهد در ادراک حالات میکنم، مردم از من میروند، بلکه از شما بدگمان می شوند و می پندارند که مرزا احمد بیگ خان اسد الله را از جانب خود بر آن گماشته اند که رفته رفته در مجموع امور

که من داده بودم و دو ورته چونس نامه اعمال
 ستمگران سیاه بجهکه رسانیده بودم، شامل رپوٹ نفرستاد
 و مقدمه من از يك جانب به كونسيل بجزو بر شد.
 رنجم ضایع گردید و کارم نپا. مت حدای را که
 نامرادی و ناکامی بر من آسان است. اما برخی از
 خده عوام و ملامت حواص آزار میکشم و آنهم
 می کزرد.

در طور گر امروز زهوسے اثری نیست
 فردا ست که از طور هم آثار نماند
 امید که پاره از رنج بر خود گوارا کنند و بر من
 شفقتی چند فرمایند. نخست اینکه مکروب موسومہ
 رائے سدا سکبه صاحب را سراسر به تامل بنگرند و
 بمکتوب الیه رسانند و می فرمایند که قطعه بقاب
 طبع در آید و شهرت کیود و به رسانها افتد. دیگر
 نامه نامزد جناب سفارت پناهی نیز سراپا نگریسته
 بنظر شان بگزرانند و در طلب پاسخ چندان ابرام
 نفرمایند. اگر بدست آید، در آورد عنایت نامه بفرستند.

باسخ نگزاده بودم که امروز که چهارم ستم-برو
 ندانم چندم ربیع الاول است، نامه از نزد قیلۀ صورت
 و معنی مولانا سراج الدین احمد صاحب رسید و به
 انکشاف حال اساسی سراج مبارک اندوها کم ساخت-
 چون همدان دلکش رقیمه طراز حرف و رقم داشت
 که حالیا بحسن تدبیر قیلۀ بیکوان حضرت سید احمد علی
 خان پاره افاقی و امید فراغت دست بهم داد، و الله
 که هم بقدر آن افاق مراهم از بهوم الم فرصتی بوده
 است- برای خدا از من راز نظر قطع نخواهید کرد
 و زود نوید صحت خواهید فرسعاد که زین سپس در
 انتظار ورود نامه روز خواهم تسمرد- در نامه که حکیم
 صادق علی خان بمن رسانیده اند، انقطاع علائق هوگلی و
 عزم انفکاک سر رشته جهانگیر بگس و ملال از کلکته
 و احرام دارالخلافه دهلی مرقوم بود- هرچند ورود
 ملازمان به دهلی سرمایه جهان جهان طرب است، اما
 ملول بودن از کلکته چه غضب است- و الله که دهلی
 شایستگی آن ندارد که آزاده در وی خاکشین نواند

دخل و نصرف کند. خدا را خود را بدنام و مرا رسوا مکنید. خردمند را باید که اگر فی نفس الامر در پی امری باشد، خود را چنان فارغ و لایالی و انماید که کس از رارش آگاه به گردد، به که مثل شما صاف دل و فارغال گردد، و با وصف بے طبعی و آردای خود را در نظر مردم اخاذ و طماع قرار دهد. مدعا این که برین گروه گمان مصادقت مکنید و جمله را از خود متوحش و از مخلصان خود بیمناک انگارید. اگر شما را عزم رسیدن این دیار است، خوش باشید. هرگاه که خواهید آمد، برای العین خواهید دید.

($\frac{25}{3}$)

آنت بنار طیبیان نیازمند مباد

وجود نازکت آزرده گزند مباد

تبله و کعبه،

روری چند ازین پیش قدمی صحیفه توسط

حکیم صادق علی خان صاحب بمن رسید. هنور

اند، اما بیکس نگراشته و برکریدگان ازل را به
 غمخواری من گماشته. هرچند خاطر م جمع بود که هرگاه
 مرشد راده والا نبار مرتضوی نهاد، نقش سجده آستان
 قبله و کعبه کوبین، حصرت مولوی کرم حسین، از جبینم
 خواهد نگریست، سرم از خاک خواهد برداشت و مرا
 ضائع نخواهد گزاشت. اما انصاف بالای طاعت، اگر به
 استدعای این پادشاه زحمت اوقات صفات ندادمی و
 فی المثل صد عودت نامه بی هم فرستادمی، پاسخ یکی
 ازان چشم روشن نگشتی و خیالم یکره بحاطر عاطر
 نگزشتی. حال تقرر پذیرش بدش ازین حالی ضمیر عقیدت
 مخمور شده است. حیوت این معنی گریبان کبر دل و
 دامن کش خاطر، فایز است که ایدون قبله و کعبه مرا
 در کلانته اقامت از چه راه است، مانع نوارش اهل
 وطن کیست، و وجه التزام دوام اقامت در آن دیار
 چیست. باری امید از یگانه نزد جهان آفرین است
 که هر جا باشند خلق را رحمت و جهانی را پیشوا باشند.
 بر رویی که تنان کف پای تو بود

بود. خاص و عام اس نفعه بی سبب آزار و مره و
رن این تیره بوم مردم خوار بخاطر دارم که چون این
داوری پیاپی رسد، به سهانه ارس شهر، برآیم و
کلکته را دریام. حالی که دارم از روی عرضۀ
موسومۀ جناب موای سراج السبب احمد صاحب سمت
انکشاف توابع صفت.

بخدمت مخدومه معظه اورش و به عزیر ار جانان
دعای طول عمر و افزونی دولت

(۲۶)

تلمذ حاجات و کعبه مخمبات، مد طله العالی!
جانی که از دشمن دریغ سوان داشت، اگر بیای
دوست افشاده شود، پیداست که چه مایه حق محبت
گزارده آید باری بهر رنگ بر سر سخن میتوان آمد
و سپاسی که به اندازۀ جان و دل است، از کام و
ربان و ریخ. فیص ورود قدسی صحیفه در نظر
حوشم گرامی ساحت دانستم که اگر چه ناکسم آفریده

خواجه حاجي خان مرحوم سمي در بر آمدن كار حواهم كرد. مرا حنده در گرفت و حيرت از خودم برد كه قطع نظر از استحقاق و عدم استحقاق او، خواجه حاجي را خواجه حاجي خان مرحوم نكدام نمسك و كدام علاقه توان گفت. احمد بخش خان با آنكه براي حواحه حاجي پدري كرد و او را از ناكسي به كسي رسانيد، پيوسته خواجه حاجي نداشت و خواجه حاجي گفت. اينك مخاطب مخاطب خاني كردن مانا و مشابه اين نقل است كه - نبي متعصب در انجن حا داشت. ناگاه يكي از آن مجمع نام مبارك مرصوي گرفت و گفت: «عليه السلام». آن متعصب بگشوريد، اسادم فرد و سر كلاوه سخن را بجائي رسانيد كه ذكر اين ملجم بميان آمد. چون اامش برد، گفت: «رضي الله عنه». اهل بزم منعش كردند كه قاتل علي اس ابطال را رصي الله عنه مگو. آن متعصب روي درهم كشيده و گفت: و بحك! هرگاه علي را كه قاتل عثمان است، عليه السلام گويند، اگر من بيز اين ملجم را كه كشنده مرتضي است، رضي الله عنه گفته

سالها سجده صاحب نظران خواهد بود
بعد از ورود مهین داور درین معموره آنچه
روی خواهد داد بطریق عرص حال بوالا خدمت
مخدوم بیکس نواز گزارده خواهد شد.

(۲۷)
۶

قبلاً من،

سپاس این همه مهربانی که پس از عمری بیاد
آورده اید، حر به سیری اردن عمری نتوان گزارده و
دانم که از عمرم اندکی مانده است. هر آینه آن سپاس
را که از گزاردن آن قطع نظر نتوان کرد، از کام و
زبان بدر میکشم و بمغز دل و جان می انگم
تا ناگزارده نماند و بی یاری کام و زبان ادا کرده
شود. بیکسان را یاد می آورید و روسیاهان را بنامه
شاد میکنید یارب، بسیار بمانید! درین نامه که حالاً در
بند نوشتن جواب اویم، مرقوم بود که فلانی می فرماید
که سه خاص از برای اسد الله بلك از بهر فرزندان

بنام مرزا ابوالقاسم خان

($\frac{۲۸}{۱}$)

معروض دای بیضا ضیای آنکه بقدر قم نامه بائمر
های خوشکوار رسید. نزد محشایشگر بس مسافر
بوارمی سلامت دارد! دروز آغا صاحب بفقیر حانه
نسریم آورده بودند. حال ساریء مراج والدۀ
خویش می گفتند. آخر روز من هم به امام باژده رفتم
و رسم عیادت بجا آوردم. بالله از اثرهای محبتی که
بدان مخدوم دارم چه شرح دهم، که از این معامله چه
مایه پریشان خاطررم. اگرچه دعای همچو من سیه کار
و تبه روزگار چه قدر و کدام مقدار، اما وفور محبت
آوده نمیکزارد و رمرمۀ دعا از این می رویاند. امید
که چون ساده از آرایش ریاست، مقبول جهان آفرس
افتد و اثری باز دهد. صاحب من، درین هم چنین
همگام که خود پزمرده و حناب خانم صاحبۀ دل افسرده

باشم ماحوذ نخواهم بود» - م کلامه - آمدم ممدعا
طرازی - ااهه موسومه مررا عباس خان رساییده شد -
از جانب اندرون به اندرون بدگی و از درون و برون
یعنی هم بدل و هم به زبان فرزندان ارجمند دعاها
رسیده باد!

بر حسن مرشته، مغزش نرد معقون، نیزی مذاق هلفاش
چون اداى عتاب خوبان گلو-ور، و صبدای شکست
استخوانش مانند نغمه چنگ و رباب سامعه افروز-می
خواستم سخنی درار کردن و پس از ستایش نعمت
سیاس معلم ساز کردن که ساگاه کله از ناز چشمک
رد و زبان بر کشود و سر خود سوگند داد که
اینک قلم از کف بگزار و لطافت مغز قلم در رباب-
چون خاطرش عزیز و نسیمش غلیظ بود، چاره جز
نسایم ندادم.

($\frac{20}{3}$)

ملله من.

گرچه استدعای قدوم از بزرگان بی اثری است،
اما می بینم که خورشید بر خرابه میتابد و منت ندارد.
ابر بر حسن و خار می بارد و ننگ خود نمی شمارد.
بدین پشتگرمیها هوس کرده می آید که امروز یک
دو ساعت از روزهای هائیکه به حشمتکده راقم نزول

باشند، سعی و ابرام در باب رقم معلومه چه می بایست.
 آری از اثمار شیوه کرم است که خود دردمند بودن
 و بداد دردمندان رسیدن - از دست شکسته جز
 دعا چه آید! سلامت باشند و دیر بمانند. زاده ریاده.

($\frac{۲۹}{۲}$)

بعرض روزه خواران طرف سباط جود و نوال
 مرساند که کله پاچه رسید و کام جان را بهوج تدم
 شور انگیز خوان فرو غلتانید. هم دماغ را قوت
 افزود و هم دست و پا را نیرو داد. مغزش بطافت
 نیمیر مایه افزایش قوای نفسانی، فی فی علط کردم، ماده
 روغن چراغ رندگانی. کیفیت روانی شوربایش را فم
 معده آفرین خوان و شمار لذت غلتانی لطفه هایش
 را امعالبهجه گردان. نان تا عیار شوکت شوربایش
 شمناحت، درنخستین حمله از بی جگری سیر انداخت و
 ربان با بسپاس اسدت روانیش موج آبجیاش از سر
 گزشت، بهر جاوه نظر فریب استخوانش هما مجنون و

(۳۳)
۱۶

قبله حان و دل سلامت!

کرد سر میگردم و جان خاک آن کف با
میفشارم. سبحان الله، جاذبه شوق را لازم که امروز
بامدادان سر از خواب برداشته بسبب آن داشتم که
کتابتی در شکوه تغافل بملارمان بویسم. هنوز آن
خطر در ضمیر راسخ نشده بود که والا نامه بهر یاد
رسید و مرا از بند اندوه و اרהانید. لله الحمد که مزاج
مارك بصحت مقرون است. جهان آورین همواره
مسدودترین بزم عاقبت دارد! او دل روغن دید النجر
سر مایه روشنیء چراغ رندگانی گردید. اید تعالیه این
خسته نوازی و بیکس پروری سلامت دارد! امروز
ببهبب بهوم ابر و باران به استعمال این روغن مبادرت
به کردم. بعد يك دو روز هرگاه سر شیشه حواهم
کشود، بر مضبوط «نصف لی و نصف لك» عمل
فواهم نمود زیاده جر دعای دوام دولت و اقبال چه
عرضه دارد.

اجلال فرمایند و مررا صاحب را با خود آرند. فقط

(۳۱)

مخدوم و مطاع من سلامت!

دیروز بهرکی که فرستاده بودند رسید و در دو
عالم سرفراز گردانید. صاحب نذر تا زمان ظهور
خویشتن سلامت دارد و به اعلیٰ مراتب صورت و
معنی رساند! زیاده حز نسیم چه عرضه دارد.

(۳۲)

مخدوم و ملاذ من،

بنده بخانه نمودم. چون باز آمدم، خوان نعمت
آماده یاتم و سپاس منعم بجا آوردم. الله تعالی باین
اوازش بسیار سلامت دارد! در امروز فردا اگر
روغن بیدانجیر مرحت گردد، خوشتر از الوان نمای
کیتی است. زیاده بیاز.

که بر فعل مسهل ششاده مویید باشد، به عمل آورده
بودم. بخدا که اگر این گزوه ها در راه نداشتی،
قطعه را حدود متاع روی دست اخلاص ساخته
بملارمت رسیدی. اگر مرگ امان داد، درین دو سه
روز به سعادت پاپوس رسیده خواهد شد.

$\left(\frac{20}{8}\right)$

بفراموشی میرواند که پریشانی های ملارمان
در بزم طرب ساز بود. چون پیامدنها و حمی داشت،
باچار به چرخ ساخته شد. ندانم نفرقه خاطر که از جانب
سیاردارها بود، بجمعیت میدل شد یا هنوز از آن
تشاویش اثری باقیست. امید که نوید عافیتی بهرستند
و آرمیدگی بچشند. ببله من، این عرضه رقم کرده
در بند آن بودم که بحد مت بهرسم که ناگاه عنایت نامه
جساب رسید. همانا ابخار فرمودند. حقا که از نوید
عافیتها مسرت فراوان اندوختم. الله تعالی شما را نحر
و شاد و از هر غم آزاد دارد! و جساب مر را مجد

(۲)

نبله جان و دل سلامت!

بامدادان که قطعه در جواب والا نامه
اشا کرده ام، آدم حضور گواهست که درچه
سراسیمگی بچه رودی رقص رده ام. حاشا که جواب
قطعه جناب را نمی ارید. گریه عرض از محروم آن
قطعه رسید دال و آچار بود و دیگر هیچ. امید که
آنها به آب بتوبند یا به آتش بسوزند. چه آنها بی
اعانت فکر بد ستیاری خامه نگاشته ام. مادام سقمی
داشته باشد و بدست معاندین افتد. جناب را بسید
الشهدا علیه السلام سوکنند که آنها بکس نماند و از هم
بگذرانند. قطعه که درین ورق مرقوم است، جواب
قطعه مرقومه آن مخدوم است. هر که خواهد بنگرد،
محاسبانست. شب رفته من نیز مسهلی از روغن پند
انجیر و نمک آب آشامیده بودم. اما طبع آرا
نپذیرفت و روح قبض نشد. امروز بطور خود ترکیبی

رحصت شما بخوبی خواهد شد. چون بکشنه رسید، آخر
روز از غمکده رخصته مکان مولوی سراج الدین
احمد صاحب رستم و شب در آنجا بروز آوردم. و
روز دوشنبه هم از آنجا سوار شده نخست بدفتر خانه
رفتم و از آنجا به بارگاه گیتی پناه رسیدم. ملازمت
میسر آمد و عطر و بان مرحمت شد. چون برگردیدم
یاران نگذاشتند که بخانه باز آیم. شب هم در آنجا بیدار
شد. ع

درویش هر کجا که شب آمد سرای اوست

امروز صبح از آنجا سوار شده بحاجه دوستی که در
ائمه‌ای راه بود رسیده بکلیه احزان وقتی رسیدم که
ملازم جناب نوارش نامه بر سر دست انتظار من
میکشید. جواب آن منشور سعادت رقم ردم و پاره
از احوال خودم بگزاردم. مرا نیز کاغذ مطلوب بود.
کهار را بمعیت آدم حضور به بازار فرستادم، تا کاغذ
بوی دهابیده خود نیز آنچه به آوردن مامور است

حسین بغافل نمروده اند. مگر از رنخوریهای یریشب
بکولهای زفته اند. اگر فردا چثهئے رسید، حسب الامای
جناب تقاضا بعمل خواهد آمد. و آداب عطای ایه
مقبول باد!

($\frac{36}{9}$)

معروض میدارد که نوارشنامه مع انخورشهای
روان پرور ذائقه نوار رسید و لسیاس نعمت تربان
کردانید. معمم حقیقی احر پرورش غریت زدگان
ارزانی دارد! باره ار حال ن ایسکه پرور ینجشنبه
وقت شب اکهان شنیدم که پرور دوشنبه جناب نواب
گردنر بهادر دربار عام خواهند داد. چون من از
تاره واردانم، بخود فرو رفتم و بامداد بگاه به دفترخانه
رفتم با جناب استولنک صاحب بهادر صورت ملاقات
نه بست. ناچار بار آمدم و شب در بیم و امید بسر
برده روز شنبه باز رفتم. از راه عنایت حکم ملازمت
دادند. برای خلعت عرض کردم. فرمودند که وقت

با طرب و دسار مانند که اینک مخدوم ار در معرشد و
 ۲۰ شام غربتم را نامداد بدید می آید- این وقت سر داشتم
 که کس نفرسم و خبر راج عالی جویم که عیایت نامه
 رسید و تسکین نختید- فردا تا بهاء اول روز تکلیف
 نخواهند فرمود که سده حائی خواهم رفت و بعد از
 دریا سر تا شام نقش دیوار نمکده حویش خواهم بود-
 ریاده تسلیم است و بس- کمتر از هیچ، اسد الله-

($\frac{38}{11}$)

مخدوم بنده برور سلامت!

آه ار محرومیء دبروره که همعنان کاروان کاروان
 آرزو بدر دوات سرا رسیدم و وا رسیدم که ملازمان
 سواره بجائی نخرامیده اند- ساری حریفی دیدن
 قرة العین - عادت مجد مرزا بلاقیء ریج دل کرد- از دش
 در سایه رافت مخدومی رنده دارد نفسی چند بخدمت
 حجاب تپان نشسته بسوی مهدی باع رفتم شیاگاهی
 که بکلبه احزان رسیدم، شنیدم که آفتاب بر این خرابه

بیارد. می خواستم این وقت بخدمت رسیدن. اما تحریر
حطوط ضروری مانع آمد. اگر مایعی ازه بر نخاست،
نقش آرزوم را لوح مراد خواهد نشست. یعنی سرشام
بملازمت خواهم رسید. رباده نیار

($\frac{۳۷}{۱۰}$)

قلمه بنده،

هرگاه نوازش نامه می رسد، مرا در ماده بهمرسانیدن
القب و آداب چگونگی که چه رودگی ها رو میدهد.
آری هرگاه محیط قطره را بدین رنگ ستاید، از قطره
بجز دست و پاگم کردن چه آید! و حائیکه آفتاب دره
را بدینگونه داگرمی نوازد، از ذره بغیر ازینکه رنگ
تپشی دیزد چه حیزد! حق این است که حرف حرف
خبر از جوش محبت میدهد. در تلافی این چنین عیایات
و گرم از هیچ کسان جر کرد سر گردیدن و قربان
شدن چه آید! جهان آور بن باین نرحم و تفقد سلامت
دارد! امروز تا نیمه روز چشمم بحیال ساز و روانم

هر آئینه از یرده بدر می آیم و زمزمه شوق فارغ
 از بیم و هراس میسرایم - محمل اینکه تاب فراق و توان
 'صدمات اشنایق باقی نیست - بارها کس فرستادم و دو سه
 نوبت خود نیز از بیتابی دل بدر دولت سرا رسیدم -
 از هر که پرسیدم، همین جواب شنیدم که هنوز
 تشریف نیاورده اند - خدارا، اگر در آمدن تاملی و
 توقفی باشد، بیگاهانند تا مضطرب و سراسیمه باشیم -
 و اگر در دو سه روز تواند آمد، بویدی بخشند تا
 اندوه از دل برحیورد - به پندارند که غالب درکار
 خود عجزول یا در باب مدعا مضول است - حاشا که
 چنین نیست! بل شوق دیدار منشاء این دراز
 نفسیهاست - آری این قدر هست که از درماندگیها
 چشم طمع بر یکس نوازه های جناب سامی دوخته و
 شمع هوسی در نهانخانه خیال برافروخته ام - و میدانم
 که بیش از من خون گرم چاره سازهای مسند - چه
 دانم که این قدر لگن اقامت در آنجا مرو انداختن
 خاصه از بهر دستگیری و بهم سازی من باشد -

تافتنه بود و ذره ام روشناس یر توقبولی نشد.
 حسرت بر حسرت افزود و اندوه بر اندوه رو نمود.
 پاره از خویشتن رفتم و لختی گریه بکار دل کردم.
 ضمیر صفوت تخیر محدودی دلاسیم داد و این آمد و
 شد همدیگر را از عالم آثار وحدت حقیقی و محبت
 معنوی وا نمود. برخی تسکین اندوخنم و بخود آمدم.
 امید که محبت در افزائش و کرم سر کرم بخشایش
 باد! فقط

(۳۹)
 (۱۲)

بغزالتاس امید گاه بیکسان خان صاحب جلیل المناقب
 عمیم الامتنان میرساند که اگر دانستمی که ار گزارش
 بیداد طول زمان فراق در زمره تقاضائیان مدعا طلب
 شمرده نخواهم شد، چه گریبانها دریدمی و از داد زهره
 گداز دوری بچه غوغا نالیدمی. اما منت ایزد را که
 طبع حق پرست و حق شناس آن امید گاه مخلصان
 معیار عیار و داد و نقاد نقود صدق و سداد است

اما مصالحت اقتضای این معنی کرد. بهر رنگ کار
بعایت است و باقی بهانه.

$\left(\frac{۲۱}{۱۴}\right)$

قبلاً من،

بخدا که هر دم خیال ناسازیء مزاج آقا محمد حسین
دلم را رنجور دارد. خدای توانا آن گوهر قلم مروت
یعنی آقا صاحب را سلامت دارد و تندرستی بخشند.
اگر چه بنده را در هوگلی نادر بسبب تفرقه میدن
ملاحان کلکته و از کف رفتن آن سفینه و جستجوی
روزی دیگر پنج روز اتفاق اقامت افتاد و مکتوبی
خاص از بهر استخبار تندرستیء آقا صاحب معرفت
متصدیء سرکار دواب صاحب بنام نامیء جناب رقم
کرده فرستادم. اما چون در آن پنج روز جوابش
نرسید، دلم شوریده تر گشت. خداوند، صحتش بخشیده
باشی، هر نفس ورد زبان من است. انداز غم خواری
که از ملازمان جناب در حق خویش دیده ام، نه

هر چند این مجموع مراتب چنانکه باید خاطر نشان و
دل نشین است، اما دل از بیحوصلگیها بجوش و از
از هرزه‌نوائیها بخجروش می آید. مأمول که عذر
بی اختیارهای شوق بپذیرد و بر خردان نرده نگردد.
و السلام والا کرام!

(۱۳۰)

مخدوم صورت و معنی سلامت!
بایان صحبت مشاعره بخاطر بود نکته چند مخویل
ساده حباب ساحتی و دل را از اندوه پرداختن. اما
هلاک شیوه عزم حوائله حبابم که از حلقه بزم به آئینی
بدر نخرامیدد که نودبع بعمل نامد نا به نسیم چه رسد.
ناچار ایدون حاء. نه نیازتم را وکیل گزارش مدعا
ساخته مکتوبی بنام نامی آغا صاحب رقم زده در نورد
عرضداشت فرستاده است. مترصد که سرانهای آن
نگرسته بمکتوب اله بسپارد. می بایست که هرچه به
آغا صاحب نگاشته‌ام بخدمت آن مخدوم عرضه داشتمی.

حسین صاحب امرای دیگر نبود. چون در آن پنج روزه در بنگ پاسخ ترسید و کشتی دست بهم داد، داتنگ براه افتادم. بخدا در هیچ سر منزل از حال آغا محمد حسین فارغ نبوده ام و هنوز آن کشاکش همچنانست. نیاز نامه از مرشدآباد در نورد عرضه موسومه جناب مرزا احمد بیگ خان دام مجده ارسال یافته. خوش باشد، اگر رسیده باشد. حدارا، در جواب این نامه سطری چند بر پاره کاغدی رقم کرده همان در نورد مکتوب مخدومی مرزا احمد بیگ خان بفرستند که آن صحیفه در بابلایمین خواهد رسید و سرمایه آرامش جان مستمند خواهد بود. بخدمت آغا صاحب سلام شوق، اما به بدان معنی که به زبان بگویند، بلك این صفحه را ننشان بنمایند، که در حقیقت این مکتوب نخست برای ملازمان جناب والاست و پس از آن همچنان برای بدگان حضرت آغا. دو قطعه نکردن نامه بهوای سبکباریء کاعد است. و انصاف بالای طاعت، مضمون نیز جز عرض مراسم سلام و دعا کوئی و شیوه خیر

چندانست که اندکی از بسیار آن شرح توانم داد
 بخدا، به یشگر می‌احلاق شما داغ فراق دهلی بر دلم
 سرد بود. شکر است و صد هزار شکر که در غربت
 یک گرانمایه از ارباب وطن یافتیم. اما حیف که دیگر
 امید وصال نیست. جناب مرا صاحب وعده دادند
 که به دهلی خواهیم رسید. باشد که اتفاق افتد. لیکن دستم
 بدامن شما دگر نخواهد رسید. آه از من، و وای برورگار
 من! امروز که روز سه شنبه است، در مرشدآبادم و
 کشتی میجویم. امید که همین یک دو روز راه دریا
 روان گردم. الله بس، ما-وا هوس!

($\frac{۲۲}{۱۵}$)

مخدوم من،

توقف در هوگلی اگرچه اختیاری نبود، اما انتظار
 جواب مکتوبی که بتوسط وکیل نواب علی اکبر خان
 بخد مت فرستاده بودم، سرخوش نشئه کیمیت انتظارم
 داشت. و حقا که از آن نامه جز استخبار آغا محمد

نخست بود، به اندا رسیدیم۔ و روز ششم از این جایگاه روان حواهم شد۔ کولسرك صاحب ریڈنٹ دہلی از عہدہ معرول و فرانسس ہاکنس صاحب ہرمائدھی دہلی معصوب اند۔ گویند مرد بست رحم العالیہ سلیم الطبع۔ اما حیف کہ مابل بسیر و شکار افتادہ و بی پروا واقع شدہ؛ کوش نر باد مظلومان می نہد، و داد ستہر دگان رود نمیدہد۔ ہرچہ در مہدہ من حکم صدر محکم است، اما از جناب ملارمان شاہ و آغا صاحب چشم آندارم کہ نخست دریابد و وا رسید کہ مسر فرانسس ہاکنس بہادر کہ پیش ازین حاکم اول صاحبان دائر و ساثر بودید و حالیا از بریلی بہ دہلی رسیدہ، رسیدنٹی دہلی می کنند، با حباب کرنیل صاحب واسطہ وونی دارند بانہ۔ اگر ناہم آشنا ہئسند خبر؛ و اگر دوستی درمیانہ باشد، حباب سامی و آغا صاحب بخدمت خانم صاحبہ از جانب من آداب رسانیدہ و تسکینی ہای مرا یاد دہایدہ چنان کنند کہ سیار شہادہ تکف آبد کہ ہم حکم سرکار و ہم تحریر کرنیل صاحب ناہم آویختہ

طلبی نیست حال خاکسار اینکه امروز از ساحل
 ننیان معبر عظیم آدام و فردا از ده گرانان سر مهول
 مراد. خدا ممانم رساند و شبم را سحر کردند!
 والسلام'

(۴۳)
 ۱۶)

قبله من،

بویید صحت یاسین آغا صاحب دلم را تاره و
 روانم را شاد کرد. حدایش زنده دارد و مدارج
 بلند رساند. والله مرا از ته دل به آغا محبتی است!
 هر چند اطهار مهر و وفا شعار من نیست، اما روان
 را چه کنم که جز بحرف حق نمی خندد. سا ملازمان
 سامی دعوی مهر و محبت بی ادبی است من و حدای
 من که شما در کلکته عم غریبی و اندوه یکسی از دلم
 روده بودید! میدانستم که کلکته دهلی است و غوبت
 (وطن)، زندان گلستان است و بیابان یمن. بزرگ منید
 و مربی جان و ننید. بالجملة روز آدینه که غره جهادی

با این عبارت که به «دهلی در کهاری ناؤلی قریب دیوان
خانۀ ابواب نوازش خان در حویلیء ابواب عبدالرحمن
خان بمطالعہ اسد پرسد» -

($\frac{۲۴}{۱۷}$)

قبلہ من،

اگر و بوق امید عفو سودی، دل به نگارش نامه
یاری نمیداد. گرفتم که «لارمان جرم مرا بخشیدند و
خط نسخ بر خطای من کشیدند، خود را در نظر
خوشن چگونه گرامی گردانم؟» ع

اگر گناه به بخشید، شرمساری هست

ایکے در واقعہ نور چشم مجد مرزا سطر عزیزی از رگ
کلیک اسد میدہ، بیشنرم حوار و بزند دارد. اما من و
حدا کہ روری چند در فکر سارنج و روزهای دراز
در یریتسانیء خودم سپری شد و هنوز به تاریخ مردن

در بینه حصول التفات و وصول بسر منزل نجات گردد
 اگر چه من به کلکته ام، اما بودن جناب و آغا صاحب
 می باشد. در زمان بودن من سر کار وابسته به
 مهربانی ملازمان بود و من - تلك اگر در عرض این
 تمنا حاجت بدان افتد که برای ارتیل صاحب بهارنامه
 از جانب من ناید داد، اجازت است که عرضیه از جانب
 من به القاب و آداب شالسته داشته بگزرانند. تلك
 میدانم حاجت بدین مایه ابرام نخواهد بود. بخدم
 آغا صاحب سلامی بصد شوق و پیاسی بهر ار آرزو
 معروض است. اگر چه مرض رفیع شده، لیکن جوانی نماید
 کرد و احتیاط نباید گراشت. مضمون صدر نصیر
 فرا باید گرفت و نمکسی هاجم یاد باید داشت. در آغاز
 کار کوششی بسزا فرموده اند. حالیا که عهده را همگام
 دشایش فراز آمده، بوجهی بنمائید. و بخدمت خانم
 صاحب و قلمه بندگی رسیده باشد. اگر خدا خواست و
 هاکنس صاحب آشنای کر نیل صاحب برآمد. و چندی
 یکف افتاد، عنایت نامه جداگانه به دهلی بفرستند معنون

($\frac{۲۵}{۱۸}$)

بده لوازا،

عمر نیست که حیرت از حال شما بدارم. چه گویم
که چه مایه در خون می تپم و چه قدر حیران می کنم!
مرا خود رور سیاهی پیش آمده است که از ورط
آسمان سری شب از روز و سر از پا نمی شناسم.
فرصت بخود برداشتی کجا و سرو برگ سیه ساختی کرا!
می دانم که از واقعه مجد مرزا ملول و از ناسازی
دورگار بخود مشغولید. خدای مهربان شما را شاد و از
بد عم آزاد دارد! درس رورها از روی اخبار پدید
آمده است که فضای کلکته جولانگاه هوای وبائی
است. سخت بر ایشان تنیده ام. خدای را به همه بیدمائی
و دلفنکی بر من مهربان باید شد و دو سه سطر از
عاقبت خود باید نگاشت و نمدرستی و حورسیدی
حکم صاحب را صمیمه آن باید ساخت و پس ازان
که این مراتب را در تحریر تفصیلی وافی داده آید، از

محمد مرزا سرانجام یافته و نه نقش امید رستخیز درست
 نشست. فرمانده این دیار حان مان مرا بمیلاب فرما
 داد و رنج و محنت ضایع و حق مرا تلف کرد. اگرچه
 مرهم این خستگی و مومیائی این شکستگی در دار و
 خانه صاحبان صدر هست، اما چون منی را بار تا در
 آن دادگاه رسیدن دشوار. بشنوم که نواب گورنر
 بهادر به هند می آید. نه یتیم که من کرد آن سپاه بدیده
 میکشم، با خاک من حواله نگاه آن موکب علیا می شود.
 حضرت سلامت، از بی مبری و نا انصافی این حاکم
 شکستگی درکارم افتاده است که شرح آن بصد هزار
 زبان نتوان کرد. طبع نظر از کامیابی و ناکامی
 طعنیه خواص و حمله عوام را بشمار آورده و
 در خون دلم رستخیز قیامت افکنده است. معصود ازین
 ناله های رار آن است که اگر در دامه نگاری درگی
 روی دهد، به بیوفائی منم نباشم. زیاده نیاز.

و کمر بقلم بسته - ندانم مگر فرمان او بر خاص و عام
 کلکمه روانست که جمله باران به تبعیت وی بر حاشته اند
 و در عتاب افزوده و در مهر کاسه اند - بخدا ار
 رسیدن نامه مرزا احمد بیگ خان برنج اندرم! مهربانی
 راجه شد و دوستی کجا رفت؟ اندون که صریح
 دانستم که مرزا صاحب پهناس ربط فلان بیگ طریقه
 فرستادن نامه و پیام مان مسدود کردند، من از خود را
 از تحریر مکاتبات به کماره کشیده ام - و بحساب چه
 گویم، که از روز نخست رسم و راه نامه و پیام
 سر نکرده اند - باچار بمقتضای گمانی که بر عنایات شما داشتم،
 این عرض داشتم بخدمت فرستادم - اگر چه میدانم که
 پاسخ نخواهد رسید، اما هنوزم بر شما ایم گمانی است
 و گمچانش امحافی - ریاده ریاده -

بخدمت آغا صاحب دامهربان آداب خاکسارانه
 و نیارهای درو بنسائه قبول باد، شرطیکه در صورت
 یزیرفن آداب بیار ارن روسیاه از جانب فلان بیگ
 احتمال رنخش نداشت - والسلام خیر ختام -

حال ماند و بود خویشتن محلی رقم توان کرد کہ
حاطرم بصد رنگ بشا نگران است -
والسلام علی من ابع الہدی -

(۴۶)
(۱۹)

قبلہ من،

بجوہرتم کہ کدام جرم سرگ از من بوجود آمده
کہ سزاوار این ہمہ عقوبات گردیدم - جناب سامی خودگاہی
بنامہ یادم نفرمودہ اند و جواب نیاز نامہ های
من نفرستادہ - مرزا احمد بیگ خان راجہ شد کہ سہ ماہ
گزشت و مکتوبی از آنجناب نظرارہ امروز نگشت -
من بہ دہلی بہ روز سیامی کہ دشمی نور میباد، درہ اندہ
و مہربانان کلکتہ یک فلم رخ التفات از من گردانده -
فلان بیگ کہ اختی از وی و حال وی بگوش شما
رساندہ ام، سپہ را بکام خود دیدہ ورق آشتی برگردانده
و نامہ بی وفائی برحوانده است - پیمان یاری شکستہ

بنام ادارهٔ جام جهان نما

($\frac{۴۷}{۱}$)

چهره پردازان اوراق جام جهان نما را از
اسدالله خان دادخواه آئینهٔ عرص اس و عا در نظر باد
که ابن سنگ آورنش که موسوم به اسدالله خان
و معروف به مرزا اوشه و متخلص به غالب برادرزادهٔ
نصرت الله بیگ خان حاکمردار بنوق وونک وونسا ست
حق خود که عطیهٔ سرکار انگریزی است، از حاکمردار
فیروزپور می جوید. بار یس مراتب انظلم بموجب
حکم صدر والا قدر بمحکمهٔ محتسبهٔ رسیدنی دهلی
در پیش، و اصل مقدمه به بستگاه عام بداه کونسل عالیه
در بخون است. اما از آنجا که حاکمردار فیروزپور
توبگر است و من می دست، گروه مردم
خاص و عام را وی یک دل و یک زبان اند. از آنجهان
خبرکوان در بارگاه رسیدنی به بیت حصول نوایی

($\frac{۳۷}{۲۰}$)

ستایش و بیابش و کورنش و نسلم، اس
همه تمهید تقاضای فرستادن عبودیت نامه [عالب]
دهاوینمت - اگر فرستاده اند سپاس بر سپاس، و گرنه
مکرر التماس -

بنام شیخ فاسخ

(۴۸)
(۱)

سبحان الله!

متاع مرا این همه ناروائی خریداری و مرا با این
همه باکسی نهمجواری هست. چه کنم، تا سیاس عنایت
با گذارده نمائند! هانا هم در این سگالش بی خواست
بر روان بر آید که «جان فدایش باد!» - عبرت در چشمك
زنی و همت در حان گدازی؛ چه حانی که حوان
مردان از دشمن دریغ ندارند، اگر پایی دوسنی نشانده
باشیم، پیداست که چه ماهه حق وفا بنقدم رسانده باشیم.
تبله و فله گاه غالب دردمند سلامت!

مشکن رتم صحیفه مشام آرو را علیه ما و جهره
آرو را پرده کشا آمد. حامه مخدوم به گلبانگ التماس یرده
چند ار پوسش روداد سخن را در دو مقام نشست همدی
نخستید. نخست در معرض استفسار کیت در ذکر و

که در آزار من گمان می کنند. حال مقدمه مرا بعنوانهای
با-زا-مذکور و مشهور می کنند و سدارا طبع
 جام جهان نما می فرستند و آن خبرهای خلاف واقع
 بمقابل طبع در می آید و پیداست که با يك شمس
 تیره نتوان کرد و حلقی را از حال خود آگاه
 نتوان ساخت.

چه کنم با يك آسمان احمر چه کنم با جهان جهان دشمن
باچار از سطوت اعدای بخدای پناهم، و از اعیان دارالطبع
 جام جهان نما آن می خواهم که همت به نواختن
بیکسان بگذارد و اس چند سطر را در اوراق
 جام جهان نما نقالب طبع در آرند. و آینده هر خبری
 که نسبت بدین گمنام سهم از دهلی برسد، از نظر اندازند
 و در جام جهان نما منطبع نسازند. اما این استدعا
 برای دوام است و داعی را در قبول این ملاحظه
 خیلی ابرام.

سخت شاهان ورود نیامد، روی گرداندم و بر خود
 دریغ حوردم. اکنون من کجا و سفر دکن کجا!
 سی سال در رنگ و بو و می و فی بسر رفتم. اکنون
 دل را بدنها کراشی نمانده و داعیه (رهائی) از بدتن
 پدید آمده. همه آن می خواهم که نیکاره مرزبوم ایران
 را به پناهم و آتشکده های شيراز را سگرم. و اگر
 پای عمر بسنگ نیاید، ورجام کار به تحف اشرف برسم
 و مزار آن را که از لبش آسام بدر آورد و بیخود
 بخود کشید سگرم، مستانه خان دهم و سر بابا نهم

غالب، روش مردم آزاد حدایت
 رفتار اسیران ره و زاد حدایت
 ما برك مراد را ارم می دایم
 وان باعجه ضطیء شداد جدایت

انصاف بالای طاعت است. عزیمت بهر پی گسستن
 بد و ام امضا پذیر نیست، و چون این بند گسسته و این
 سنگ از راه برحاسته شد، حیف باشد که جز راه

آنگاه بره نمویء مهر دکن - نهفه میاد آنچه که در
عبودیت امانه پسنین از این عالم گفته شده بود، سرای
بیان داشت؛ ورنه مرا که با کشتا کشت تقاضا خو کرده
مدنی دراز در منحصه قرص بسر برده ام، ازین هنگامه
بر دل بندی و گزندی نیست. و خود این ماه در که
از من مدارا تقضا خواسته می شود، بدان می ارزد که
حاطرم را پراگندگی دهد، چه از بیج هزار فزون بر
نیست - بهای راورد و پیرایه شمسقان بدین وفا تواند کرد.
آنچه که مرا می باید داد، از چهل هزار افروز تر وار
پنجاه هزار کمر است. حاشا که بدین وجه آردوی امرا
کرد دل گردد، یا خود مناسب عالم بوده باشد. مگر
این قدر از نعمت بهم نهد، تا به نسیم و مشیت هشت
بر مدعیان افشایم و خود را ازین بلا که دنیا را نامد،
بر کمران آشپده فله در گردم و کیتی را سراسر کردم.
اینکه اجتنی از عمر تلف نمودم و مدح شاه اوده
سرودم، آرائش بساط این عالم بود و دریوزه دستگاه
این هوس - چون کار ساخته نشد و زمزمه من بدلمای

حصهٔ دوم

مبطلومات

نجف پویم و وای بر من اگر حز وی جویم! چند و لال
رمزۀ ما را چه داند و هنجار ما را کی دریابد. آنکه
در پارسی قنیل را باو ستادی گبرد، غالب را چه می
کند؟ و آنکه در اردو نصیر را ستاید، ناسخ را چه
می کند! و خود عمرش از هشتاد متجاوز است،
تا باو میرسم، او نه جهنم میرسد.

غزل

» اسد اللہ خان غالب در وصف مرزا احمد بیگ خان
طہان و مررا اوالقاسم خان قاسم «

دیکھنے میں ہیں گرچہ دو، پر ہیں یہ دونوں بار ایک
وضع میں گو ہوئی دو سر، تیغ ہے ذوالفقار ایک

ہمسخن اور ہمریان، حضرت قاسم و طہان
ایک طہش کا حائسہ، درد کا سادگار ایک

بقدر سخن کے واسطے، ایک عیار آکھ-ی
شعر کے فن کے واسطے، ہایہ اعتبار ایک

ایک وفا و مہر میں، تازگی بساط دہر
لطف و کرم کے باب میں، زینت روزگار ایک

گلکدہ تلاش کو، ایک ہے رنگ، ایک ہو
ربخسہ نے فاش کو، بود ہے ایک، نار ایک

مملکت کمال میں، ایک امیر سامور
عرصہ قیل و قال میں، حسرو سامدار ایک

قطعہ

» ابوالقاسم خان باسد اللہ خان غائب «

ای مسیح زمان، تو می دانی
بجنابت ارادنی کہ مراست

تو علی کی رسد بہ تشخیص
کی فلاطون مثال تو داناست

می سرد، گر بگویمت قراط
ور فلاطون بجوانمت، زیباست

مسہلی دادی و بہرمودی
عمل آر بیگان کہ شہاست

زان عمل دور شد مرض بالکل
گر بگویم توئی مسیح، بجاست

گلشن اتفاق میں، ایک بہار بی خراب
میکدہ و فاق میں، بادہ بی حمار ایک

زندہ شوق شعر کو، ایک چراغ انجمن
کشتہ ذوق شعر کو، شمع سر مزار ایک

دونوں کے دل حق آشنا، دونوں رسول پر فدا
ایک محب چار یار، عاشق ہشت و چار ایک

حان وفا پرست کو، ایک شمیم نو بہار
فرق ستیرہ مست کو، ابر نگرگہ بار ایک

لایا ہے اکہ کے یہ غزل، شائبہ دیا سے دور
کر کے دل و زبان کو، غالب خاکسار ایک

مرحبا، مرحبا، تعال، تعال
این چه جو دوچه فیض و این چه عطاست

سارم آچار را که از ترشی
چین بیشانی بت رعاست

آهائی ز دانه دانه دال
بر سهر خیال حلاوه مماست

ار عطای تو پیش، هم رین دال
قدری لطف کرده آغاست

ایک آن را بهدوق می چم
کرده هر گونه از مصالح راست

که سوارش رقم صحیفه سو
برسید و دلم رحبا برحاست

گفتم: اول حوآب بنویسم
زانکه مکتوب قیلۀ جانهاست

قطعه

«اسدالله جان بفاسم»

ای گرامی بزاز والا حیا
که درت باب سجده امراست

دود مان بو مححر آفاق
تو نازد اگر زماه رواست

فرق خورشید را بود افسر
هر عاری که از دوت برخاست

امرا را دگان هندستان
همسری با تو گر کنند، خطاست

نسبت دیگران به شوکت تو
ذره با مهر و قطره با دریاست

دال و آچار سرکه را نیازم
که دل زار هر دو را می خواست

قطعه

«دوم در جواب قطعه قاسم»

قدر دانا، لطیفه دارم

بپزیری اگر زبنده، رواست

كلك اسدشده ام ازین بحر

آب و رنگ نشاط طبع تو خواست

بنده را از کرم ستودستی

مشت حاشاك را چه قدر و بها است!

بو علی و مسیح و افلاطون

هرچه گفتی بگو که ار تو سزااست

بی ادب باشم، ار کنم سکدیب

بی نرد باشم، ار شمارم راست

سوی دال است این زمان جانم
دیدن قطعه را دماغ کجاست

سرسری چند شعر به-وشتم
مانکوئی؛ اسد نهم-وش نخواست

تا درین کارگاه شام و سحر
شام تاریک و صبح وقف ضیاست

شام عیش تو آن چندان روشن
که بگویند؛ صبح عشرت-است

روز خصم تو آن چندان تاریک
که بدانند؛ این شب یلداست

ای روانم فدای هر سختی!
مراجعا این چه طبع معنی زاست!
تو کلیمی بر اوج طور سخن
بجبه پرساعتت یسد بضاعت
در صف دستان زهر نهیب
حامه را در کف تو حکم عصامت
از من اصلاح آرزو کردن
سر بسر هیچکس سوازهاست
لیکن این بیت زآنهمه ایات
خللی دارد، از یگسوم راست
«مسلم دادی و امر مسودی
بعمل آر بیگان که شفاست»

نست من به بو علی سدا
صاف همچون سراب با دریاست
بو که در چار سوی کلاکتده
که چنین تحط حکمت و حکاست
بو علی گفتم روا باشد
خوس در کوه او علی بیناست
پس از شش و نخی نسیانده
گویم احوال قطعه که تراست
لفظش آئینده دار حسن ادا
همیش بود و تار هم راست
قطعه حرف حرف اشعارش
مردم چشم مردم بیناست

مثنوی باد مخالف

ای تماشاگران مرم سخن
وی مسیحاده اب نادر فن
ای گرا نمایگان عالم حرف
خوش نشینان ابن بساط شگرف
ای سخن را طراز جان داده
صهجه را - از گلستان داده
عطر بر مغز گیتی افشانان
پهلوانان پهلای دانان
ای گرامی فغان ریخته گوی
نفر دریا کشان عربده جو
ای سخن پروران کلکته
وی بلند افسران کلکته

آخر لفظ مسهل از سر مهر
کسره بموشته و موقوف یاست
یای توحید بر نگار این جا
کسره خود بی مضاف الیه خطاست
من انشایان ~~کرد~~ ارین
ایک عیب طریقه املاست
بدعا ختم می کنم نامه
را که سرمایه فقیر دعاست
وقف تو باد از خزانة غیب
هرچه در دین و هرچه در دنیاست
شاد و خرم بزی که در دو جهان
دستگیر تو سیدالشهداست -

اے اللہ خان ہیچمدان

حادثہ پہلی وادیء حرمان

بہ تظلم رسیدہ است این جا

بہ امید آرمیدہ است ان جا

آرمیدن دھید روری چار

حستہ را بہ سایہ دیوار

گرچہ ناخواندہ مہمان شہ است

بی سخن، ریزہ چہ خوان شہ است

کار احباب ساخن رسم است

مہمان را نواخن رسم است

آن رہ و رسم کارسازی کو؟

شیوہ مہمان نوازی کو؟

هر یکی صدر برم بارگهی

تجمع خلوت سرای کارگهی

هر یکی پیش باز قافله

هر یکی کد خدای مرحله

ای بسه شغل و کالت آماده

داد غمخواریء جهان داده

ای شگرفان عالم انصاف

بسماعت رسیده از اطراف

ای رئیسان ابن سواد عظیم

وی ویراهم شده زهفت اقلیم

همچو من آرمیده این شهر

بهر کاری رسیده این شهر

چه بالا ها کشیده ام آخر!
که در بن جا رسیده ام آخر
به سیه روز غـریـبم بینید
نمره شبهای وحشتم بینید
ایده دوری و طری نگرید
غم بھرات انھمن نگرید
نہ ہمین دالہ و فغان بہ لبم
من و جان آفرین کہ حان بہ لبم!
مویہ چون موی کرده است مرا
غصہ بدخوی کرده است مرا
ذوق شعر و سخن کجاست مرا!
کی زبان سخن سراست مرا!

کیستم؟ دل شکسته غم‌زده

بی‌دلی، خسته، ستم‌زده

برق بیتابی به جان رده

مست آتش به خانمان رده

ارگداز نفس به تاب و نپی

در بیابان یاس تشنه لبی

دردمندی، جگر گداخته

از غم دهر زهره باخته

در آگاهی، فدا زده

همه بر حویش پشت پا رده

خس طوفانی، هجوم بلا

سر بسرگرد کاروان فدا

مهربانان، جدای راء ا صاف

نا تحسب از که بود رسم خلاف؟

مك اندر سبوی می که مگردد؟

به یمن رسانجیر دی که مگردد؟

دلف گهتار را که درهم کرد؟

بزم اشعار را که رهم کرد؟

هیش را پیشتر که گفت به من؟

به زن پیشتر که گفت به من؟

همه عالم غلط که گفت تحسب؟

بارۀ ربن غلط که گفت نخست؟

موی را بر کر که گفت عاط؟

شعر را سر لیسر که گفت شاعط؟

انده خویش کرده راز مرا

با سخن بروری چه کار مرا؟

دارم آری زهره لائیء خویش

اوحه بر خویش و ابنوائیء خویش

گردش روزگار حوشتنم

حیرت کاروبار خوشتنم

با من این خشم و کین، دریغ دریغ!

من چنان، نان چنیر، دریغ دریغ!

بر غریبان کجا رواست ستم؟

رحم گر بپست، خود پیراست ستم؟

و در بگوئید، مساحرائی هست

از تو در گفتگو خطائی هست

با بشورید دل ر بی جگری
بقفان آمدم ر حیره سری
گله ممدافه گفتگو کردم
بارۀ در سخن علو کردم
چون شنیدم که نکته یرداران
قدردانان و انجمن سازان
از من آزرده اند زان پاسخ
به بیایش خاک سودم رخ
حجالت آوردم و جیون کردم
خویشن آب و دیده خون کردم
آب گردیدم و چکیدم من
قطره آسا بسر دویدم من

چون بدیدید کا عرض خطاست

هرچه غالب نوشته است نجاست

رشته با ریس تاب که دار؟

معترض را از من جواب که داد؟

چون بدیدید بی گناهیء من

تان به شستید روسیاهیء من؟

ارچه بود، آن به عرصه دم نردن

در ره آکهی قدم نردن

نکشودن له سی بیساورم

حیره بگذاشتن به داورم

هر که دیدم، ره خموشی رفت

بود لارم بران گرفت گرفت

رخ دعوی به بر فرو حتمی
بیرسان همچو شمع سوختنی
دیگرم با هراز رنگ خروش
این اوا منخورده برده گوش
که دگر بلبل صغیر زده است
طعمه بر طعنه فقیر زده است
«او خودیکه شعر من صاف است
«زده» را میزند، چه اوصاف است؟
اعراض آنسوی محاتم زد
شعله در مغیر استخوانم زد
«زده» را کسره خود طرافت نیست
یای وحدت بود، اصافت نیست

نفس من خجسته در نه گسسته
کس ایام نه هیچ بر نگسسته
دوی دعوای بسویم آوردند
سخن من نه دویم آوردند
داغ کشم از آن ملامت ها
روح من از تلف فداوت ها
نه ایام ز شاعر نیست نه بیم
بود شایسته مرا تسلیم
زانکه آنهم رضای یاران بود
رنگی از حوش این بهاران بود
کاش با اعتراض ساختمی
ناله در زبیر لب گداختمی

چون رارند ر انگین مومش

زده غم مواد مفومش

لیک در بعض حاکم در همه اش

لفظ «مارم ہوے» است ترجمہ اش

حاصل معنی، ای دوی الافہام

می راود، این سیاق کلام

ایک مدت سے ہاں ہم آئے ہوئے

بیٹھے ہیں آپ کو مٹائے ہوئے

ہمچنین آن محیط بی ساحل

قلم فیض، میرزا بیدل

از محبت حکایتی دارد

کہ بدبختی بدایتی دارد

واضع طرر این زمین به منم
در حور سرراش همین به منم
دیگران نیز گفته اند چنین
گوهر راز سفته اند چنین
شورش آماده رفته اند همه
هم برین جاده رفته اند همه
در نمود گزارش رده ها
کرده اند از نشاط عربده ها
اکثر از عالم شتاب رده
می زده، غم زده، شراب زده
می زده، غم زده، که ترکیب است
بخیمال فقیر اقلیب است

من که و عزم داوری کردن؟
ساز بزم سخودی کردن؟
خاک پای سخنورانم من
دوستان را ر کهنرانم من
با بزرگان نیارها دارم
همه برین شیوه بارها دارم
بنده ام بنده مهربانات را
رمز فهان و نکته دانان را
خار دامان دوستان بودن
خوشتراز باغ و بوستان بودن
لغو بود آنچه گفته ام ر بن پیش
این زمانم خجل ر گفته خویش

«عاشقی، بیدلی، حریف رده»
قدح آرزو بجهنم رده»
اواش خود بوضع قلب است
دوبهن اما کدام ترکیب است
کرده ام عرض همچنان «رده»
طعمه بر بحر بیکران رده
بگر آن شعرین نمط نبود
ور بود، شعر من غلط نبود
وہ کہ دیگر ز جادہ برگشتم
خیرہ بودم، سفید تر گشتم
ساده اوجم، مرا چہ رنگ، چہ ریو؟
آوخ آوخ، ز جاہلانہ غریو!

هم سهپا به گفتگوی داشت
هم خرابا بیانه هوی داشت
با بزرگان سپیره پیش گرفت
زحمتی داد و راه خویش گرفت
برگ دیبا به ساز دیش بود
سگ دهلی و سرزمینش بود
آه از آن دم که بعد رفتن من
خون دهلی بود به گردن من
هم برنجید و هم برنجانید
از من حسته رخ بگر دایید
به وداعم کس از شما نرسد
شوق را مژده و فنا نرسد

بحر اهل سار بپذیرد

نرده بر اغو من چه میگردد؟

دشمن بد بسای این سه خیم

اغو را گه به «لایو اخد کم»

به ر آویزش سار نرسد

من و ایمان من کر آل نرسد

که پس از من بسالهای دراز

به زبان مانند این حکایت سار

که سهیمی رسیده بود این جا

چند روز آرمیده بود این جا

شرخ چشمی در شفت حوئی بود

ببویائی و هرزه گوئی بود

و بن که در پیشگاه رم سخن

به زبانها فتاده است زمن

که فلان با قنیل نیکو نیست

مگس خـوان نعمت او نیست

حاش لله که بد نمی گویم!

و آن هم از پیش خود می گویم

خود کسی ناسزا چرا گوید؟

نا سزا آنکه نا سزا گوید

ویضی از صحت قنیل نیست

رشک بر شهرت قنیل نیست

نه هواخواهی، نه دشمنی

دره یا نیست پای هم فنی

نا بروم رنج دوستان باشم
بر دل انجمن کران باشم
شاد گرداند کز میان بروم
وای بر من که من چنان بروم؟
خسته و مستمند بر گردم
دزم آیم، از نسل بر گردم
زین سپس تلبست دعویء سختم
ندمدم دود شمع را انجمن
باله بصره چون بحرس توئم
بی صدا گردم و نفس توئم
تشکم بر رخ بیان راکی
بر نه خیزد ز سازم آهکی

میروم از پیء قلیل همه
ساخته مرا دلیلی همه
تو ازین حلقه چون بدر زده
گام بر جاده دگر زده
ای ماسائبات زرف نگاه
هان بگوئید حسبه الله
که چسان از حرین به پیچم سر؟
آن به حادودی به دهر سمر
دل دهد کبر اسیر بر گردم؟
زان تو آئین صفر بر گردم؟
دامن از کف کنم چگونه رها؟
صائب و عرفی و نظیری را

مگر آنان که پارسى دانند
همبرين قول و عهد و پيمانند
که ز اهل زبان نبود قتيلى
هر گز از اصفهان نه بود قتيلى
لا حرم اعتماد را به سبزد
گفته اش استناد را به سبزد
کاین زبان خاص اهل ايران است
مشکل ما و سهل ايران است
سين است آشکار، پنهان نهست
دهلى و لکهنئو ر ايران بيست
دوستان را اگر زهن گله است
که حرمت خلاف قافله است

دل و حاتم فدای احباب است
شوق و نف رضای احباب است
ماستوم خویش را ده صلح دایل
میسرام نوای مدح و تیل
ساماند دگر ز من گله
رسد از دوستان وی صله
مرحبا طرز خوش بیانی او
جهد اشور بکته دانی او
نخاستند حید یقین معنی
بادشاه سلیقه معنی
به نمودندی خیال دقیق
موشگاف غوامص تحقیق

سحر سازان پاستانی را
سعدی و طالب و بغانی را
خاصه روح و روان معنی را
آن طهوری جهان معنی را
انکه از سرفراریء قلمش
آسمان ساخت پرچم علمش
طرز اندیشه آفریده اوست
در ن لفظ جان دمیده اوست
متنه گفته گوی اینانم
مست لای سدهوی اینانم
لیک با اینهمه که این دارم
گنجه معنی در آستین دارم

بر بساط سخنوری نامی
در سخن هم پماله با حامی
چون میء گفتگو به کاس دهند
رهر در جام بنواس کند
به کلامش نیاز حسان را
همزبایش نغمه سخنان را
بر درش ادوی و خاقانی
آن به دریوره، این به درباری
وجود چنین شگرف انسان
رشك دارد عجم به هندستان
وصف او حد چون می بود
مهر در حورد روزنی بود

پشت معنی قوی ز پهلایش
جاده را فریبی د باروش
طرز تحریر را نوی از وی
صنعت ارنگ مانوی از وی
چه نژاد که در نکات و نیست!
رگ گل ابد دوات و نیست
لفظش آئینه ادای خیال
معنیش شاهد بری بمشال
قلمش نونهای گلشن داز
روش سبزه حدیقه از
شورش آئینه صفای وحید
نظمش آهنگ ربط نساهید

من لب خاک و او سیر آمد
خاک را کی رسد بچرخ آید
ایس رفیق ها که در محنت کلاک خیال
بود سطریری ز نامه اعمال
از من بارشای هیچمدانست
ممدورت همه البست زی یاران
و که آید ز عذر خواهی ما
رحیم بر مساوی کنایه ما
آشتی رسیده و دانا پیغام
ختم شد و السلام و الاکرام

ہمارے درد کی، یارب، کہیں دوا نہ ملے!
 اگر نہ درد کی اپنے دوا کہیں اُس کو
 ہمارا منہ ہے کہ دین اُس کے حسنِ صبر کی داد؟
 مگر بےسی و علی مرجیا کہیں اُس کو
 زمامِ سادہ کف اُس کے میں ہے کہ اہلِ حق
 پس ار حسین علی پاشو کہیں اُس کو
 وہ رنگِ تفتہ وادیِ بے گام فرسا ہے
 کہ طالبانِ خدا رہا کہیں اُس کو
 اہم وقت کی یہ ویدر ہے کہ اہلِ عباد
 پیادہ لے چاہیں اور با سزا کہیں اُس کو

مثنوی

عالمه هان، ای دقیقه اندیشان

حق پرستان و معدلت کیشان

تر زبانان وصف جهد و جهاد

راز دانان دین و دانش و داد

شاهیء ما بهر حادث بیست

او بر خلفه حوادث بیست

داوت هر کس که جست عنواش

منتهی با به یافت اعلانش

زان تناسگاه تا صبی الله

بود هر دیده و رایی الله

بزرگ کو تسو وہ تھا اجہاد کا بابہ
 برا نہ مائیے، کسر ہم برا کہیں اُس د
 عیسیٰ کے بعد حسن اور حسن کے بعد حسین
 کرے جو ان سے برائی، بھلا کہیں اُس کرے
 نبی کا ہو وہ جیسے اعتقاد کا ور ہے
 رکھے امام سے جو بغض، دا کہیں اُس کرے
 بھرا ہے غالب دل حسد لے لالام میں درد
 غلط نہیں ہے نہ خواہی اوا کہیں اُس کہ

هـ- پچ کس دم ز اعزال نزد

گام بر مسلک خیال نزد

دشمن، حوهر نگاه نه ام

منعکر رویت آله به ام

رسم ما نیست با سزا گفتن

کار ما نیست جز تا گفتن

حانه زاد رسول و آل ویم

دشمن خصم بدسگال ویم

حانه راد نبی و آل نبی

به کند با صحابه بی ادبی

رانکه ایمان امین و داد گرانند

با نبی همدشمن و هم سفر اند

شد به نیروی این دلیل درست
که بیگانگان ما ژ روز نخست
یا گرمی پیمبرات به داد
یا آن ماه سروران بودند
زان سپس روزگارهای دراز
در سرایرده های عزت و داد
بود هر کس به کشور آدائی
بابه چنگیز خان مسیحائی

چون قراچردم زد از اسلام
نگه قنوم یافت ماه تمام
بعد از آن را بما که بر ظفریم
همه فرماندهان داد کرم

رقص و احواشیای حام آرد
 صید دیوانگی بسدام آرد
 و باو گویم اگر یقین داری
 کاس بزرگان ز روی دین داری
 خبر خواه رسول و آل و یید
 عاشق جلوۀ جمال و یید
 دوستان را شمرده دشمن
 در حور سرزنش نوئی یا من؟
 آنچه اندیشه نهانیء قسمت
 همه از روی مدگانیء قسمت
 کار دین و شکل است آسان نیست
 مدگانی طریق ایمان نیست

کیش بیگانگی رها کرده
 پر نی مال و جان فدا کرده
 به ولای نی و عترت او
 یافته ملک دین به دولت او
 در سال صحابه بی دین است
 در خور صد هزار تفرین است
 کار اصحاب بن و بد مشعر
 حال ایشان چو حال خود مشعر
 اگر ترا صرفه نکوکاریست
 حب ایشان طراز دین داریست
 فکر بغض صحابه سودا ایست
 خاطر کهر را سویدا ایست

کان غلط بسکه بر زبانها روت
تا اوده ران غلط تشانها روت
دیده باشد که شهریار نم
کارفرمای بد و دار نم
شاهی من بخز ریاست نیست
بهر من پایۀ سیاست نیست
لاجرم روت و هرچه خواست سرود
باروا گفت خود نه راست سرود
بر چمن کس هزار نهرین بادا
لعنت از حق، ز حلق آمین بادا
رین که بوقیع من نوشت به جعل
خاطر م راست اندر آتش نعل

پیش ازیں آجینا کہ ما اہم
 حرفی از راز بر ملا گہم
 تاج و تیغ و نگین خود از ما بود
 دولت و ملک دین خود از ما بود
 آن نیرزد بہ غصہ، گراین ماند
 ملک کر رفت، گو برو، دین ماند
 اندرین روزگار گر شب و روز
 ماندارم طالع فیروز
 حاصل ما ست با ہمہ حم و پیچ
 گوشہ و توشہ و دیگر ہدیچ
 بی شکواہی^۱ و طلعت السدبنی^۲
 بہت بر من غلط بد آئینی

۱۔۔۔ مرزا حیدر شکوہ کی طرف اشارہ ہے

۲۔۔۔ مرزا نور الدین کی طرف اشارہ ہے

لیک بدنام کرد و داد اس ست
 که رحون رنجن ریاد اس ست
 بخورم خون دل رخشم چرا؟
 که رود بر من این دروغ و مرا
 هست یارا درین گزرگاه تنگ
 که نگرم من و رود سرهنگ
 تا ربان از قفا پروں کشدش
 چون عمود محالک و خون کشندش
 یا بگیرند و خوار و زار کنند
 و از کون بر خرش سوار کنند
 روسیه گرد شهر گردانند
 گر نگردد، بهر گردانند

حاش الله که یلجئه سیجین

سترد نقش داد و داشت . دین

پنجئه را که ساخت خو به سبیر

چون تو اند شمر د دست آویز

راه حق را بحرف نتوان بست

خود زوا گو به طرف نتوان بست

آن یکی کز خدا نداشت خبر

مر نبی را شمر د جادو گر

چون بگردد رها رسول خدا

«من لسان الوردی فکیف آا»

گر چه بر من بزور نتوان بست

تهمتی را که مرد نادان بست

رای حکام دهر باچه بود؟
اینچنین جرم را سزا چه بود؟
گر جفا پیسته را نیازدم
به اہینان ملک بسپردم
بو طفر، ملک و دین خدا داد است
داد خواهیم و کار با داد است
نامہ را ختم کن کہ پایان یافت
مدعا صورتی مہایان یافت
علما را ر خود دعا بہرست
و بن نمودار جا بجا بہرست

ورتو کوئی: «مجال و یارا نیست»

حاکمان راست، گرچه ما را نیست

دهر را حاکمان داد گر اند

که رهر کس بداد بیشتر اند

هر که بد کرد، کیر آن هست

قتل گر نیست، اند و ریدان هست

لاجرم من که بادشاه هستم

پیش دادار داد خواه هستم

عات جهل کم کناهی نیست

بهر مجرم گریز گاهی نیست

جعلسازی و فتنه پردازی

جرم دانی و شمیری بازی

بدانها می سرایند. و هر هیچ توانی و باطنی درین سرکار بر سر کار نیامده که سلسله چنان احسن بدی و ننگشته و سباسب و ستایشم بفضل و کمالی که ندارم بحضور پادشاه وقت خود نکرده باشد. و لیکن با این همه، آشی که در دهلی بکاسه داشتم دارم. چند ماه پیش ازین منشی الملوك بمنشاورت از کانت دولت اند مدت عرضداشتی متضمن مرر مناهره من از نظر اقدس حصرب طل سحالی گذراییده در عرض تربیم ربان جسارت بمالغنه امام مطلق موده و دند. و هم واقمان حاشیه بساط فیض بساط در آن فصل منجر نخر همگمان مر و برا بوجه وحیه موافقت و معاوت نمودند. حضرت بعد اصغای معروضات تحریری و تقریری برای تحویر و اجرای رانده ام ناصیه عرضداشت را امام سعیدالدوله که در آن زمان بواسطه مطایفه نگفتی بلند پایگی یافته همگی رتق و فتق و صبط و ربط مهمات ملکی و مالی بیای خود گرفته^۲ بود و کوس «اناولا غیری» می گوشت،

ضمیمه الف

رقعه ناطق نام غالب

ای آنکه بری نامه من، رو بعا کن
صد افلیه^۱ رشك به بین بر اثر خود

چون شرح اشتیاق ملاقات آنجناب کرامت
انتساب نه بمثابه ایست که درجهز تحریر گنجائی پذیرد،
ناگزیر به گزارش برخی از سوانح سماحت این صوب
سماعه خراش میگردد. کما ادش ده سال میگذرد که
زمین گیر این دسار میباشم. اما طر فکیهائی که ار وضع
این دیاریان دیده ام، هیچ کافر نه بیناد! از حواص و
عوام ابن مخلوق کمتر کسی بوده باشد که نسبت اعارف
اسمی با جسمی با من درست نه کرده باشد. بلکه از
بدایت ورود تا حال بزعم خود ها از جرگ اساتذّه
مسلم الثبونم نهاده اند. کج محبی که گاه گاه نوکریز قلم
نا مربوط رقم می گردد، بصد ابرام از من ربوده

منزل است! و تعافلی که درین چند سال نگاهشمن نیاز
 نامها بکار برده ام، جز اس علتی نداشته که در عرض
 دوسه سال مسوده دیوان بلاغت تبیان خود را کُرة
 بعد اولی و مره بعد اُحری ناهزد من فرموده بودند
 و من هم از سادگی دل بقول شما نهاده نقلش بر نداشتم -
 عاقبت کار هنگام گسیل چون لب بتقاضای آن
 کشودم، بطائف الحیل پیچیده عذری چند نا همه انگیزگی
 رفتار آورده پای ایفای وعده در مقام حلف ایشردید
 و دست عطا در آستین مضائقه کشیدید - بوا همه ایسکه
 این حریف جهان گرد گیتی بجااست - چون مالکۀ دیگر
 تازد، چه عجب که غالب را از دیوان بر خیزاند و
 باطقی را بجایش نشاند - همات همات!

من چمان، تان چنین، دریغ دریغ!

حایا تلافی انتساب بدگمانی که بذات من حمر سگال شده
 بود، منحصر درین است که تا حالت مطالعۀ تامۀ اخلاص

بحکم اطلق ترین و اوشیح فرمودند. آن خداگیر اوصاف
سوابق مواجهت و -والف- و التست به محریک حیات
حبل طریق بغافل ورزید، تا رسید بجائی که رسید. آری،

بس تجربه کردیم در مکافات

با درد کیشان هر که در افتاد بر امداد

و باز درین روزها پیش نهاد خاطر اراکین دولت
آلست که عرضداشتی دیگر متضمن مضمون سابق از
پیشگاه نگاه اقدس و اعالیٰ گذرانیده آید. و مصلحت
دید من اینکه دوده خام طمعی به یکبارگی از بن باغهای
سبز بر بسته در پایان پائیز به شمشیر توفیق ازین
آشوب کده یروار گرفته، در آن گلزمین بهار آگین
نفسی راست نمایم، و چندی دیده و دل را بدیدار و
گفتار آن دوست نور و سرور افزوده از آنجا

بشهر خود روم و شمشیریار خود باشم

چه بر گذارم که شوق استسعاد و لاریت آن مجمع محاسن
صودی و معنوی چه مایه پیراهون کرد دل ارادت

لفظ است ؟ چه اگر فی نفس الامر پنجه نباشد، پس
حوك سم دارد نه پنجه - و اگر مجانیست خطی با پنجه
دارد یا آنکه نزد شعرا اطلاق سم و پنجه به محل
همدیگر حائز الاستعمال است، پس اعلام باید فرموده، تا بی
بحقیقت آن رده باشم - الله تعالی عمر بلند نصیب کساند

(حواب عالی به ناطق، پنج آهنگ ۲۴۲)

ختمه آنچه از عالم نظم و بشر و و شاندۀ کلام و زبان
 بارک است، بدستآریء چار پار هر همه بر من فرستاده
 آید، تا من آن را هم هیکل گردن جان را نیاز نمایم و
 هم بر سخن آشناسان اس مرر سوم ساز نمایم.
 و نیز شخصی که صاحب چه باید خواند مشهور این
 شهر است و با این بلا گردان بر محضه و
 مربوط، انگشت ترغیب بر میلویش زده ام اعصاب که
 کلیات را بمجرد رسیدن به طبع رساند. تکلف بر طرف،
 از گرد آوردن نتایج طبع مطبوع محاصل پنهانی مرا
 بسرحدی انجامیده که میگویم: «ار خدایا همین که غالب
 کلیات خود بمن فرستد، به پنهان می داند همان ترک سخن
 گوید، تا دلم شکنجه دش دعدۀ این معنی نشود که
 شاید من بعد سخنی تازه سراپا. و آن بر من نرسد. و
 درین شعر، مثنوی «درد و داغ» که

حوک شد و پنجه زدن ساز ضرر

با سر و رو عریده آغاز کرد

کاتب لفظی بصورت پنجه بقلم داده است. آقا این چه

باده گردد بحام آب حیات
خط ساغر شود سبیل نجات
بی درد مثال پیک نگاه
بر ره راست می رسد کمر اه
خضم گردد ز قهر او مشکوب
گرچه غالب بود، شود مغلوب
ابر قبضش بود چو سایه فکن
گل چمن، دانه میشود حرم
لطف او همچو کیمیا باشد
گر بود مس، همه طلا باشد
مورد لطف حق چو شد انسان
می نماید نیز سود و ریان

ضمیمہ ب

(عالم کی بے نام دشمنی کے جواب میں جو دشمنی)

(کمی دشمنی تھی اُس کا یکھہ ابدانی حصہ)

گر یہ نہ اطف انورہ

سایہ گزردہ ہای اوج کمال

شہہ رشک درخشاں

درہ حاک آہ آب شود

یوہی گر بود بحال خراب

می بر آید ز چاہ ہمدیون آب

برہمن شیخ بی رہا گزردہ

دندہ میخوار پارہ سا کہ نہ

قطره آب شد در شهوار
گشت آهن طلای دست افشار
ذره گردید سیر اعظم
شد چراغ کُنشت تنم حرم
ناریان را اربن خبر چو رسید
آتش کیمه شعله ور گردید
بست بر شمه غلط بد آئینی
شعر کی چند گفت بیدیمسی
آن سهیه غوی ز کیادی
گام کورانده زد بهر وادی
بای خود را بهر کیجا که نهاد
قلم آسا خودش بسر افتاد

فكر عقيلی، آلاش دین دارد
چون اطر عقل دورین دارد
چون ر فائید حالق عالم
و ظهر د ادشاه مهر خدم
گام زد بر طریق صدق و یقین
یافت ملك یقین و دولت دین
با علی ولی اولا کرد
ور طریق ربون تبرا کرد
میثاش عشق و تواب شده
ذره درد آفتاب شده
پاره سنگ یسافت رفعت طور
نار پیدا نمود لمعه نور

قوله

هنه هان، ای دقیقه اندیشسان
حق یرستان معدلت کشتان
تر رانان وصف جهد و جهاد
زار دانان دس و دانش و داد
شاهی ما مد هر حادث بسن
نوبر نخله حوادث نست

جوابه

بشود، ای گروه دانش و داد
وی مقیمان منزل ارشاد
هر که بست است ابن طلسم محراب
حاجب او کنم روی خطاب

تهمتی بست از ره سرو بر
بر چنان پادشاه پاك ضمير
کرد مديوب با صبح و بخت
خزف خود به دادن يا آوت
هر كه اشعار او بچشم شنيد^۱
همچو گل بر حماقتش حديد
هر چه و زون نمود بپي سودست
قول اين شعله زاده^۲ مردودست

۱- شنيد بمعني ديد

۲- شعله زاده گنايه از ايليس

یتسو، ای قائل کلام قبیح

هست ابن اعتقاد که هر صریح

ابن همه ادعای با ورحام

راست باید بمذهب اسلام

ادعای فضول را بگرار

سخن با قبول را بگرار

گفتن این کلام نیست روا

چون همه حادث اند غیر خدا

جاهلی از علوم ربانی

تو حدوث و قدم چه میدانی؟

سخن جاهلانیه بی سود است

دعوی بی دلیل مردود است

فائل ابن سلام بی توقیر

می برآید ترانه نکمیر

هر کز این قول شاه عادل نیست

عالم و فاضل است، جاهل نیست

جعل کردی، عجب دغا کردی

با سلاطین چه مکرها کردی

ایکه طرح فریب رنجیده

حاکم بر ورق حواش بیخته

بدم عسیر از ره تزویر

زده حرف چون دهان نفیر

گشت معلوم حیل سازیه تو

چه شود از خروس باریه تو

جوابه

نسب پادشاه نيك ---
هست از آفتاب روشن تر
و كه ميوند كرده با هم
شاخ آن را به نخله آدم
نام آبای شه نهان كردی
نسب مادری بیان كردی
همت است ایكه نسته بر شاه
روی خود را نموده بر شاه
چون نگویم كه شاه نيك نهاد
نسب خویش را ندارد یاد
همه اجداد آن شه منصور
سلطنت داشتند تا منصور

ار چمن هرزه چاکی بار آ
ساد کس قصه همایون را
مملکت کر نه حادث است، بگو
از چه شد این اغبرات در او

قوله

راست هر کس که جست عنوانش
مذتبی تاسه یافت اغلاش
راند نشاگاه را صفی الله
بود هر دیده ور نبی الله
شد به پیروی ابن ذابل درست
که ناگان ما ز دور نخست
یا گرمی پیمبران بودند
یا کوران مایه سروران او شدند

قوله

ران سپس روزگارهای درار
در سرا یرده های عزت و نار
بود هر کس به کشور آرائی
تانه چنگیز خان سیجائی
چون قراچاردم زد از اسلام
بنگه قوم یافت ماه ممام
بعد از ان تا بما که بو طهریم
همه دره ان دهان داد گریم

جوابه

این کلام تو کذب آیز است
شکرز نیا گان شده نه چنگیز است

بود انبمور خود چهارابی
پیش ازو کس نبود ساطانی
نابه قباچ-ولی ز نراغائی
کس نموده بحکشور آرائی
نه سلاطین نه سروران بودند
بلکه محکوم دیگران بودند
و مگر داری، ای عدوی خدا
اعدد سناست اجوت ایها
پس اربس کهر و زندانه دار آ
یاد کن «لا امر بعدتی» را
هر که این اعتقاد می دارد
دارش لعن بر سرش ببارد

هان، پسر راده همان حوزر
حالف اوکتا بن چمکسر
منج-رف شد ر کنش آبائی
گام زد بر ط-ریق عسائی
پیش ارو عاسوی نبود دگر
بیستت بم-رئه ر فن-یر

قوله

هچکس دم ر اعیزال نزد
گام بر مسلك خیال نزد

جوابه

بوچ وهم و خیال را دام
گم-رهی اعتزال را دام

کار او بود قتل و جنگ و ستر
مشر کی بوده است آن خونریز
قابل طعن داخل النسب است؟
مورد لعن داخل النسب است؟
داده، ای سفید زلف سرجام
به شمشیر زده دوی ز شام
کافر نعمتی، خطا کردی
خوب حق نمک ادا کردی
اگر این حرف شاه ترش اند
مثل چنگیز کردت بزد
ای فدایی نهاد عیسائی
ملتش بسود کی مسیحائی؟

نام او بهر اقباله بس است
بهر تکذیبیت این گواه بس است

قوله

دشمن جوهر نگاه نیم
منکر دوت اله سیم

جوابه

دشمن جوهر نگاه شدی
قائل دوت اله شدی
هست بهر خدا مکر مکر
که تو نظاره اش کنی بنظر
توبه می دایدت، خطا کردی
همت جسم بر خدا کردی

نه دود هیچ در حلقی و حلی
 و رق تا شاعری ز معبرلی
 آن ای گمراه و دگر غایبی
 سگ درد است، آخ، بن آوی
 و ر بگوئی او از ره زور
 که در احداث شاه گشود لور
 هر بکی داشت مذهب نمی
 کس نموده ر شمع آن علی
 راست خواهی، دره غ لویان را
 بود حافظه، سه شرم و حیا
 بود در عهد خود بهادر شه
 و من پاک حسرو ذی جاه

گفتی بد اگر نمود روا
وصح گردید لفظ لعن چرا
می برد بد بدل و گفتن بد
هر که از صرب لعن می ترسد
سو که ابلیس را تنها گوئی
سو لب را تو مرجبا گوئی
هرای و دین، این چه آئین است!
صلح کهار کار بی دین است

باد کن یاد قصه موسیقی
کوش کن با ننگ لن ترانی را
دعوی این محال بی دینی است
نیدهات نوره این چه بد دیمی است

قوله

ایم ما بیست ناسزا گفتن
کار ما بیست در دنیا گه زدن
خانه زاد رسول و آل ویم
دشمن خصم بد سگال ویم

جوابه

ناکسان را بجا ست بد گفتن
نا سزا را سزا ست بد گفتن

اشاریہ

اصفہان: ۱۲۴	آ
افلاطون: ۱۰۷، ۱۱۱	آدم: ۱۷۱
اکبر آباد: ۳۹	آلہا: ۱۴۱
اکبر شاہ، حصرت: ۶۰	آلہ سی: ۱۴۷، ۱۴۹
املاک صاحب، کریل: ۷، ۳۵	آرمیہ سکندر: ۱۴، ۱۵
امیر صاحب مشی: ۴۹	ا
اندور: ۴۴	ارامیم: ۷۷
انوری: ۱۳۹	اطلس: ۱۶۶
اردہ: ۱۰۰، ۱۵۱	ابن ملجم: ۶۹
اوکتاس چنگیز: ۱۷۵	ابوالقاسم خان، مرزا: ۲، ۷
ایران: ۱۰۱، ۱۳۴	۳۵، ۵۱
ب	اجیر: ۴۲، ۴۵
بارلس بہادر: ۴۴	احمد علی خان، سید: ۶۵
باردا: ۲، ۳، ۷، ۸، ۸۹	احمد بخش خان: ۶، ۹، ۶۹
بریلی: ۵۹	احمد بیگ خان، مرزا: ۱، ۹
بقرا: ۷۷	۳، ۳۷، ۳۸، ۴۱، ۴۸، ۵۰، ۵۱
بستی (عیشی): ۶۳	۵۲، ۶۳، ۸۷، ۹۴، ۹۵
بنگالہ: ۲۴	ارتہ گک، مائوری: ۱۳۸
بو تراب—علی	اسٹرلینگ، مسٹر: ۲۵، ۲۸، ۲۹، ۷۸
بو ظفر: ۱۴۶، ۱۵۵، ۱۶۳، ۱۷۳	اسد اللہ خان، اسد: ۳، ۱۳، ۳۳
۷۷	۵۸، ۶۳، ۶۸، ۹۷، ۱۱۷
	اشعری: ۱۷۶

اشاریہ

شہنشاہ دہلوی — بو ظفر	ذ
شیراز: ۱۰۱'	دوا اعتقاد: ۱۰۵'
شیان علی: ۱۷۶'	ر
ص	راحسان: ۳۶'
صادق علی خان، حکیم: ۴۵۰۶۳۰۵۰'	ر س سگمہ واسے: ۳۰'
صائب: ۱۳۵'	رحمت، حواسہ: ۵۹۰'
صحابہ: ۱۲۸' ۱۲۷'	س
صمی اللہ: ۱۲۵۰۱۰۷۰'	سجان: ۱۳۹'
ط	سداسکیمہ، واسے: ۶۲'۵۹'
طباط: ۱۳۶'	سراج الدین احمد، مولوی: ۱۹۱'
طپان: ۱۵۵'	۲۷'۵۸'۵۸'۶۵'۶۶'۶۷'۶۸'۶۹'۷۰'
طیش: ۱۰۵'	سعدی: ۱۳۶'
طور: ۱۶۳'۱۱۳'۶۲'	سعیدالدولہ: ۱۵۷'
ظ	سسی: ۷۰'
ظاہر علی، مولوی: ۵۳۰'	سویٹن سجاد، ستر: ۳۵۰'
ظہوری: ۱۳۶'	سویٹن سجاد: ۹۰'
ع	سویٹن لال: ۶۰'
عاس خان، مرزا: ۷۰'	سید الشہداء علیہ السلام: ۱۱۳'۷۰'
عبدالرحمن خان، بو اب: ۳' ۹۱'	ش
عبدالکریم صاحب، موہی: ۲۸۰'	شاہ اودہ: ۱۰۰۰'
عثمان رسی اللہ علیہ: ۶۹'	شاہ دہلی: ۳۳' ۳۶'
عجم: ۱۳۹'	شداد: ۱۰۱'
عرفی: ۵۳۰' ۱۳۵'	شمس الدین احمد خان: ۵۹'۶۵'
عظیم آباد: ۸۸۰'	

حزيرى : ١٢٥٠
 حسان : ١٢٩
 حنين : ١٢٣
 حسين بن علي واه الدين : ١٢١
 حواري او اب عبد الرحمن بن حنبل : ١٢٣
 حيدر اباد : ٢٨
 حيدر آباد : ١٥٠

ح

حافى : ١٣٩
 حلال الدين : ٢٠
 حلال الدين : ٢٤
 حلال الدين : ٢٤
 حلال الدين : ٢٤

د

داؤد ديك : ١٠٠
 دكر : ١٠٠
 دماريان : ٥٣

دهلى : ١٠٠
 ٢٩
 ٢٩
 ٢٩
 ٢٩
 ٢٩

علي : ١٠٠
 بر او اس : ١٣٩
 بادشاه : ١٢٩
 بيدل : ١٢٩
 باي : ١٢٩

پ

پارسى : ١٣٩
 پارسى : ١٣٩
 پارسى : ١٣٩

پ

پاشا : ١٠٠
 پاشا : ١٠٠

ج

ج : ١٠٠
 ج : ١٠٠
 ج : ١٠٠
 ج : ١٠٠

ج

ج : ١٠٠
 ج : ١٠٠
 ج : ١٠٠
 ج : ١٠٠

2000

2000

2000

منتقبات غالب

سید مسعود حسن رضوی

مطبوعات کتاب خانہ ریاست رامپور

۱۔ کتاب الاحسان (عرفی) ابو عبید ہروی کا ایک بادر رسالہ جس میں مصنف نے وہ لفظ جمع کئے ہیں جن کے کوئی معنی ہوتے ہیں۔ قیمت ۱۰ آے

۲۔ دستور الصحاح (فارسی) یکا لکھنوی کی کتاب کا دیباچہ اور خاتمہ جسے تذکرہ شمرا کے طور پر چھاپا گیا ہے اس میں ۲۵ اساتذہ اردو کا حال اور منتخب کلام درج ہے۔

قیمت ۲ روپے ۸ آے (مجلد) ۲ روپے (غیر مجلد)
۳۔ مادرات شاہی (ہندی) شاہ عالم ثانی (مترجم ۱۲۲۱ء) کے ہندی کلام کا مجموعہ جو خود بادشاہ کے حکم سے سنہ ۱۲۱۲ء میں مرتب کیا گیا تھا۔ عمدہ سفید کاعد پر دیوناگری اور اردو دونوں خطوں میں اصل نسخے کے مطابق چھاپا گیا ہے۔

قیمت ۳ روپے (غیر مجلد) ۳ روپے ۸ آے (مجلد سادہ)
۵ روپے (ہاف ہارڈ چرمی)

۴۔ اوراق گلی (اردو) ہندوستان کے ۲۹ مشہور زندہ شاعروں کا تذکرہ جس میں سرگزشت حیات کے ساتھ تصویر، خط و عکس اور منتخب کلام شامل ہے۔ کتاب ہایت عمدہ سفید آرٹ پیپر کے ۳۲۸ صفحات پر مجلد شائع کی گئی ہے قیمت ۱۰ روپے
۵۔ سفر نامہ مخلص (فارسی) اندرام مخلص کا روزنامہ، جو اس نے شاہی لشکر کے ساتھ بواب سید محمد حبان بہادر (والی روہیل کھنڈ) پر حملے کے زمانے میں مرتب کیا تھا۔

قیمت ۶ روپے مجلد